کتب صحاح ستہ کے مختصر حالات لکھے ہین، قیمت شاید ۲ر ہو، ضخامت ۳۲ صفحہ، پتہ: عزیزی پریس آگرہ،

چند از صد ہزار چند، نواب صاحب موصوف نے اس دوسرے رسالہ مین ان مسلمان مصنفین کے مختصر حالات جمع کئے اور انکی تصنیفات کے نام لکھے ہین جو کثیر التصانیف ہین۔ ضخامت ۴۴ صفحہ قیمت ۳ر۔ پتہ: عزیزی پریس آگرہ۔

مرشد، جناب خواجہ حسن نظامی صاحب کے زیر ادارت اس نام کا ایک نیا رسالہ شائع ہونا شروع ہوا ہے مضامین زیادہ تر خود خواجہ صاحب کے لکھے ہوے ہوتے ہین انکے انداز بیان اور اسلوب تحریر کا جو خاص رنگ ہے اس سے کون آشنائے ذوقِ اردو واقف نہین، کوشش کی گئی ہے کہ انداز و اسلوب مین سیاسی۔ اخلاقی اور صوفیانہ مضامین لکھے جائین۔ قیمت ۱۲ر سالانہ، پتہ: درگاہ محبوب الہی، دہلی

ثمرۃ الادب، طلباے دار العلوم حیدر آباد کی انجمن ثمرۃ الادب کی طرف سے ایک ماہوار اردو رسالہ زیر نگرانی مولانا حمید الدین صاحب بی اے۔ شعبان ۳۶ھ سے نکلتا ہے۔ مولوی عبد الواسع صاحب صدر مدرس دار العلوم اس کے مدیر ہین۔ عثمانیہ یونیورسٹی کے پروفیسرون کی تحقیقات علمی بھی اس رسالہ کے ذریعہ سے شائع ہونگی۔ قیمت سالانہ ۳ر۔

رسالۂ اہل السنتہ والجماعتہ، معارف کا مشہور و مقبول سلسلۂ مضامین "اہل السنتہ والجماعتہ" علیحدہ چھپکر تیار ہے۔ جس مین اہل السنتہ والجماعتہ کی لغوی و تاریخی تحقیق اور انکے اصولی عقاید کی تشریح اور سلف صالحین کے مسلکِ حق کی تفصیل بیان کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ اختلافات عقلی و فلسفی سے حفظ عقاید کا یہی اسلم طریقہ ہے اور یہی وہ راہ ہے جسکی ہدایت کے لیے قرآن کریم کا نزول ہوا لکھائی چھپائی کاغذ متوسط صفحات ۶۰ قیمت ۸ر

رجسٹرڈ نمبر ا ۷۱۸

مجلد سوم	ماہ ذیحجہ ۱۳۳۶ھ مطابق اگست ۱۹۱۸ء	عدد دوم

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

علماء کی سطح جامد مین روز بروز جنبش بڑھ رہی ہے، ندوۃ العلماء کے قیام کو تقریباً ۲۰ بر
گذرے، اس کے سالانہ جلسے ملک کے ہر صوبہ مین منعقد ہوے، اُسکی روداد ین اور اصلاحی تحریکین
اسلام کے گوشہ گوشہ مین پہنچین، بظاہر نظر آتا ہے کہ یہ تمام زمانہ بے سود غل شور اور بے غایت ہنگامہ
غوغا مین گذرا، لیکن واقعہ یہ ہے کہ ضعیف سی ضعیف قوت بھی کبھی بے کار نہین جاتی، اور کمزور سی کمزور
آواز بھی بے اثر نہین رہتی قرآن مجید نے اسی فلسفہ کو ان الفاظ مین ادا کیا ہے؛

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ ، خدا اچھے کام کرنے والون کی مزدوری کبھی ضائع نہین کرتا۔

مصر و ٹرکی کے بعد، بعض جزائر ہند کے علماء نے بھی کروٹ لی ہے اور ندوۃ العلماء کے مقاصد کی بنا
پر ایک انجمن قایم کی ہے، ہندوستان کے مختلف گوشون سے صرف چند سال کے عرصہ مین علماء کی متعدد انجمنون
بنا و تاسیس کی خبرین آرہی ہین گذشتہ سال انجمن علماے بنگالہ مین یہ تحریک کی تھی کہ علماء کو صوبہ وار اپنی اپنی
مجلس الگ قایم کرکے، کام شروع کرنا چاہیے۔ اس تحریک کے بعد ہندوستان کے دو مشہور صوبون نے عملی پیشقدمی کی

احاطۂ مدراس نے سب سے پہلے قدم بڑھایا، اور مجلس علماے جنوبی ہند کی بنیاد ڈالی، اوائل جون ۱۹
مین ترچناپلی مین اسکا عظیم الشان اجلاس منعقد ہوا، اور اصلاحی تحریکین منظور ہوئین، مدرسہ لطیفیہ اور مدرسہ باقیات
الصالحات کے کارنامون پر اظہار اطمینان کیا گیا، واعظون کے تقرر، مدارس اسلامیہ کے قیام، اور اشاعت اسلام کی
کارروائی کے مشورے ہوے اور اغراض مذکورہ کے لیے ۵۰ ہزار روپیہ کا اعلان ہوا۔

ہندوستان کے دوسرے اسلامی صوبون کے برعکس، مدراس مین سرمایۂ اسلامی کی کمی نہین وللہ الحمد،
دو برس ہوے کہ چند پر جوش مسلمانون کی تحریک سے ایک لاکھ کر زیادہ کا چندہ اشاعت اسلام کے نام سے جمع ہوا لیکن
جمعیت اسلامی کی عام وبا رنفاق و مخالفت یہان بھی موجود ہے۔ سرمایہ ہاتھ مین ہے لیکن اختلاف یہ ہے کہ پہلے
حفاظت اسلام کی کارروائی کی جاے۔ یا اشاعت اسلام کی۔ یعنی پہلے مسلمانون کو مسلمان بنایا جائے یا غیر مسلمون
کو اسلام کی دعوت دیجاے؟ ہمارے نزدیک تو ان دونون مین کچھ بیر نہین، مسلمان نو بھی اور بناو بھی، اصل یہ ہے
کہ مدت کی معطل قوتین، آرام طلبی کے لیے ذرا ذرا سی باتون کا بہانہ ڈھونڈھتی ہین، احباب مدراس مطلع فرمائین گے
کہ آغاز عمل کی آخر کیا صورت قرار پائی؟۔

بنگال کے فیض ہمسایگی نے بہار کے صوبہ کو بھی متاثر کیا، دسمبر ۱۹۱۸ء مین وہان ایک انجمن علماء قائم کرنے کی تحریک
پیدا ہوئی، ۶ مہینے کے بعد تحریک نے عمل کی صورت اختیار کی، مشورہ باہمی اور غور و فکر کے بعد انجمن علماے بہار کا قیام
ضروری سمجھا گیا، اور آخر ۵-۶ شوال ۱۳۳۷ھ کو شہر بہار مین اس کا عام اجلاس منعقد ہوا، ہمارے مخدوم مولانا شاہ سلیمان
صاحب پھلواروی صدر مجلس تھے، یہ خوشی کی بات ہے کہ انجمن کو نظامت کیلئے عالم، اور غیور عالم ابو المحاسن مولوی محمد سجاد
صاحب بہاری ملگئے ہین، جن سے امید ہوتی ہے کہ انجمن کو اپنے وسیع مقاصد کو انجام دیسکے، صوبہ بہار کی تاریخ مین چونکہ یہ پہلا باقاعدہ
قومی و مذہبی اجتماع ہے اسلیے مایوس نہ ہونا چاہیے اگر ابتدا ان مخالفتون، جاہ پرستیون، اور منافقتون سے سامنا
پڑے، واللہ الموفق،

مقالات

ہندوؤن کی علمی و تعلیمی ترقی مین مسلمانون کی کوششین

(۴)

گذشتہ نمبر مین ان ۲۷ ہندو فضلاء کے نام گنائے گئے ہین جو تاریخ کے فن مین ممتاز ہوئے ہین، باوجود اسکے تمام معلومات سامنے نہ تھے، یہ داستان اتنی پھیلی کہ عدد سابق مین پوری نہو سکی، جہان سے یہ کہانی چھوٹی تھی وہین سے اب پھر شروع ہوتی ہے،

بندرابن خوشگو قوم دیش، باشندۂ متھرا، اپنے زمانہ کے مشہور اساتذۂ فن کا شرف تلمذ حاصل تہا، سراج الدین علیخان آرزو، مرزا عبد القادر بیدل، محمد افضل سرخوش اور شیخ سعد اللہ گلشن کی صحبتین اٹھائی تھین نظم و نثر دونون مین کمال حاصل تہا، سفینۂ خوشگو اور تذکرۃ المعاصرین، دو تذکرے لکھکر نواب عمدۃ الملک امیر خان کی سرکار مین پیش کئے، نواب نے قدردانی کی اور دو روپیہ روزانہ وظیفہ مقرر کیا، نواب کی وفات کے بعد ترک دنیا کرکے عظیم آباد پٹنہ مین اقامت اختیار کی، سنہ ۱۱۷۰ھ مین وفات پائی، کتبخانہ بانکی پور مین اس تذکرہ کا جو نسخہ ہے وہ علامہ آزاد بلگرامی کا مملوکہ ہے، اور انہین کی فرمائش سے سنہ ۱۱۸۳ھ مین نقل کیا گیا ہے، گل رعنا کے مولف نے اس تذکرہ سے فائدہ اٹھایا ہے،

پنڈت کرشنانند پنڈت انندگھن کا بیٹا تہا، اس نے تاریخ شاہان ہند کے نام سے ایک کتاب لکھی، اسکا متعین زمانہ نہین معلوم، لیکن سنہ ۱۷۵۰ء یعنی تقریباً سنہ ۱۱۶۳ھ مین موجود تہا،

بدھ سنگھ قوم کھتری، اس نے سکھ فرقہ کی تاریخ سنہ ۱۱۶۰ھ سے اپنے زمانہ تک لکھی ہے، اسکو اس کتاب کی تالیف مین لالہ عجائب سنگھ سے بہت مدد ملی، کتاب کا نام رسالہ نانک شاہ ہے، سنہ تالیف معلوم نہین،

رگھوناتھ غالباً مرہٹہ ہے اس نے سنہ ۱۸۴۰ء مین حالات مرہٹہ کے نام سے انکی تاریخ لکھی،

شیو پرشاد نواب فیض اللہ خان روہیلہ کی سرکار مین نوکر تہا، سنہ ۱۱۹۰ھ مین اس نے تاریخ فیض بخش کے نام سے روہیلہ پٹھانون کی تاریخ لکھی،

مکند رائے اس نے راجہ ہولکر کے سیاسی خطوط کا فارسی مین ترجمہ کیا، ایک نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، خط ہولکر نام ہے، سنہ ۱۱۹۰ھ سنہ تالیف ہے،

موہن لعل انیس ولد رائے تولارام قانونگو، قوم کایستھ، باشندۂ لکھنؤ، فارسی شاعری مین مرزا فاخر مکین کا شاگرد تہا، انیس الاحبا کے نام سے سنہ ۱۱۹۳ھ مین اس نے مرزا مکین اور انکے تلامذہ کا ایک دلچسپ تذکرہ لکھا، اس تذکرہ مین مرزا مکین کے چھ ہندو شاگردون کے بھی حالات ہین،

ہرنام سنگھ ولد کور داس سنگھ، ملانوہ نواح لکھنؤ کا باشندہ سرسوتی برہمن تہا، بچپن سے عین الدین خان حاکم بریلی کے زیر سایہ رہا، تاریخ سعادت جاوید اسکی بہترین یادگار ہے، عین الدین خان کا زمانہ حکومت بریلی سنہ ۱۱۶۵ھ سے سنہ ۱۱۹۹ھ تک ہے،

رنچھور جی ولد امرجی دیوان، رنچھور جی نے سنہ ۱۸۲۲ء مطابق سنہ ۱۱۹۶ھ مین تاریخ سورت لکھی، اسمین جوناگڑھ اور ناگر قوم کے حالات درج کئے ہین،

لچھمی نراین شفیق لاہور وطن تہا، اسکا دادا عالمگیر کے ساتھ مہم دکن مین گیا، اور اورنگ آباد دکن مین سکونت اختیار کرلی، اسکا باپ رائے منسا رام نواب آصفجاہ کا دیوان تہا، لچھمی نراین شفیق ان ہندو فضلاء مین سے ہے جنکی قابلیت اور علم پر زمانہ فخر کرسکتا ہے، علامہ آزاد بلگرامی کا شاگرد اور عالیجاہ بہادر کے سلک ملازمین مین داخل تہا، تاریخ کا ذوق استاد آزاد سے وراثت مین پایا تہا، چنانچہ اس فن مین اسکی متعدد تالیفات ہین، گل رعنا اور شام غریبان دو شعراء کے تذکرے ہین، سنہ ۱۲۰۴ھ مین حقیقتہائے ہندوستان لکھی، خلاصۃ الہند بھی اسی کی تصنیف ہے، تواریخ آصفی اسکی پانچوین تالیف ہے، لیکن سب سے بہتر اور عمدہ تر تصنیف بساط الغنائم ہے،

جسمین اس نے مرہٹون کی تاریخ قلمبند کی ہے،

ہرسکھ راے جیون داس کا بیٹا، اور بسنت راے کا پوتا، قوم کھتری، وطن لاہور، اس نے اپنے ماموں سری نارائن کے مشورہ سے سنہ ۱۲۱۴ھ مین مجمع الاخبار لکھنی شروع کی، اور سنہ ۱۲۲۰ھ مین اسکو اختتام کو پہنچایا، اس سے چندسال پیشتر سنہ ۱۲۱۱ھ مین زبدۃ القوانین نام ایک نہایت کارآمد اور پر معلومات کتاب لکھ چکا تھا اسکا ذکر آگے آیگا

منشی منا لال ولد منشی بہادر سنگھ، دفتر خالصہ شاہی کے منشی تھے، شاہ عالم کے روزنامچہ لکھنے پر مامور تھے یہ روزنامچہ شاہی، کتبخانہ بانکی پور مین موجود ہے، اس سے منشی موصوف کی لیاقت تحریر اور قوت مشاہدہ ثابت ہوتی ہے روزنامچہ کا آخری ورق شاہ عالم کے صحیفۂ حیات کے اختتام پر (سنہ ۱۲۲۱ھ) تمام ہوتا ہے،

راے امرسنگھ خوشدل ولد جیون رام کایستھ، اصلی وطن کٹرہ مانکپور رہتا، نواب شجاع الدولہ کے عہد مین سرکار غازیپور کا ناظم (حاکم اعلیٰ) تھا، امرسنگھ نہایت لائق اور فاضل تھا، تعلیم سے فارغ ہوکر مہاراجہ اجیت سنگھ راجۂ بنارس کی سرکار مین نوکر ہوا، اور آخر سرکار کمپنی کی طرف سے علی گڈھ کا ناظم مقرر ہوا، اسنے تاریخ فرمانروایان ہنود لکھی ہے جو آغاز سے لیکر سلطان علاؤالدین غوری کے زمانہ پر ختم ہوئی ہے، اسکی دوسری تاریخی تصنیف بزم خیال ہے جسمین خاص مشاہدات اور احوال موجودہ کی بنا پر اپنے ملک کے حالات لکھے ہین، اس کتاب کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ سنہ ۱۲۱۰ تک ساتھ ساتھ انگریزون کے حالات بھی لکھا گیا ہے، سنہ ۱۲۲۵ھ مین وفات پائی،

دولت راے منشی دولت راے کایستھ، بہاول خان المتوفی سنہ ۱۲۲۴ھ بانی ریاست بہاولپور کے مصاحب خاص تھے بہاولپور کا خاندان عباسی ہے، اس مناسبت سے مرآۃ دولت عباسیہ کے نام سے بہاولپور کی تاریخ لکھی، سنہ ۱۸۵۱ء مین یہ کتاب چھاپی گئی تھی،

راے بھگوان داس کایستھ، تخلص بہ ہندی، ولد لپت داس، ساکن کالپی، تعلیم وتربیت لکھنؤ مین ہوئی، مولوی سید یوسف سہارنپوری سے تحصیل علم کی، نواب آصف الدولہ کی سرکار مین معزز عہدہ پر ممتاز ہوے، پھر معتمد الدولہ مہاراجہ تکیت راے نائب دیوان شاہ اودھ کی مصاحبون مین داخل ہوگئے، دو تذکرے انکی علمی زندگی کی یادگار ہین

حدیقۂ ہندی اور سفینۂ ہندی، حدیقہ مین گذشتہ شعرا، اور سفینہ مین معاصرین کے حالات ہین، اسکی تالیف کا زمانہ سنہ ۱۲۱۹ھ ہے،

موہن سنگھ موہن راے ہلکر کی سرکار مین ملازم تھا، عربی وفارسی علوم مین بہرۂ وافر رکھتا تھا، آفاقی فرمانشر وقائع ہلکر کے نام سے مہر راو ہلکر (ریاست اندور) کے حالات لکھے، سنہ ۱۲۲۳ھ مین یہ کتاب ختم ہوئی،

منشی چھترمل ولد راے پران چند، اسکی سب سے نادر تصنیف تو دیوان پسند ہے، جسمین مالیات ہند پر اس نے بحث کی ہے لیکن اسکی تاریخی تصنیف عمارات الاکبر ہے، نام سے معلوم ہوتا ہے کہ اکبرآباد کی عمارتون کا حال ہوگا اسکی پہلی تصنیف سنہ ۱۲۲۵ھ کی لکھی ہوئی ہے، اس سے زمانہ معلوم ہوسکتا ہے،

بسادن لال شادان بلگرام کا باشندہ، امیرالدولہ محمد امیرخان کے دربار مین نائب میرمنشی تھا، اور اسی کے حکم سے سنہ ۱۲۴۰ھ مین امیرنامہ لکھا، یہ درحقیقت امیرخان کی سوانح عمری ہے،

سندرلال کول ولد نوبت راے، متھرا کا باشندہ دفتر خالصہ مین میرمنشی تھا، سنہ ۱۲۴۱ھ مین اس نے گل بیخزان لکھی جو چار ابواب پر منقسم ہے، تین پہلے ابواب مین دہلی، متھرا، اور بندرابن کے حالات ہین، اور چوتھے مین افسانہ ہے،

منشی سداسکھ لال تخلص بہ نیاز، نجف خان کے زمانہ مین بہ آگرہ کے سررشتہ دار تھے، سنہ ۱۲۳۴ھ مین ۸۵ برس کی عمر مین دلی چھوڑکر الہ آباد آگئے تھے، مرزا قتیل، میر تقی وخواجہ میر درد وغیرہ کے معاصرین مین تھے، الہ آباد مین منتخب التواریخ نام ایک کتاب لکھی، سرہنری الیٹ اپنی تاریخ مین اسکا حوالہ دیتا ہے،

بہادر سنگھ ہزاری مل کا بیٹا اور لچھمی چند کا پوتا تھا، اصل وطن گو شاہجہان آباد تھا، لیکن الہ آباد مین سکونت اختیار کرلی تھی، یہان عربی فارسی اور ہندی کی تاریخی کتابون سے مواد فراہم کرکے یادگار بہادری کے نام سے تمام دنیا کی تاریخ لکھی، اسکا سال اختتام سنہ ۱۲۴۹ھ ہے،

رتن سنگھ منشی الملک فخرالدولہ دبیرالملک راجہ رتن سنگھ زخمی، جاے پیدائش لکھنؤ، قوم کایستھ، اسکا خاندان تین پشت سے دربار اودھ مین معزز عہدون پر ممتاز تھا، رتن سنگھ بہت بڑا فاضل اور علامۂ وقت تھا، اسکے اصلی

کمالات، فلسفہ کے زیر عنوان ظاہر ہونگے، اسکا دادا راجہ بھگوان داس آصف الدولہ کا ایام شاہزادگی مین آتا
اور عہد حکومت مین دیوان تھا، رتن سنگھ نے منجملہ اور تصنیفات کے سلطان التواریخ نام کتاب شاہان اودھ
کی تاریخ مین لکھی، اسنے ۱۲۵۰ھ مین ساٹھ برس کی عمر مین یہ کتاب اس نے ختم کی،

رام سیتا سنگھ | تخلص بہ فکرت، اس نے منشی سیتل سنگھ بیخود کے حالات مین حقیقتہاے بیخود کے نام سے ایک
کتاب لکھی جو ۱۲۴۸ھ مین چھپکر شایع ہوئی،

پنڈت بشن نراین | مولف نظارۃ السند فن تاریخ مین ہے، زمانہ نہین معلوم، لیکن ایشیاٹک سوسائٹی مین
اسکا جو نسخہ ہے وہ ۱۲۵۹ھ کا لکھا ہوا ہے،

لالہ سیتل چند | آگرہ مین رہتے تھے، غدر سے بہت پہلے مدرسۂ آگرہ مین مدرس تھے، انھون نے تعریف العمارات کے
نام سے نہایت محنت، کاوش اور تحقیق سے اکبر آباد (آگرہ) کی ایک ایک عمارت کا حال لکھا، اور اسکے نقشے شامل کیے
یہ کتاب نہایت مفید اور پُر از معلومات ہے، لالہ صاحب غدر سے بہت پہلے مدرسۂ آگرہ مین مدرس تھے،

منشی مہتاب سنگھ | قوم کایستھ، متوطن کانپور، مولف تاریخ ہزارہ، اسکا قلمی نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ مین ہے

گردھاری لال | مولف تاریخ ظفر دکن، اسکا قلمی نسخہ کتبخانہ آصفیہ مین ہے، حال و سنہ نہین معلوم، فلسفی کے لقب سے مشہور

راجہ کندن لال | اپنے زمانہ کے مشہور فاضل تھے، فلسفی کے لقب سے مشہور تھے، دہلی وطن تھا، ۱۲۳۷ھ مین قسطاس
لکھی، انکی ایک تاریخی تصنیف تنقیح الاخبار ہے، جسمین زیادہ تر خود اپنے حالات لکھے ہین،

تین اور چار دو نمبرون مین، ۲۷ ہندو مورخون کا تذکرہ ہوا، انکے زمانون پر نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا
یہ صرف ڈھائی سو برس کی مدت کے اندر پیدا ہوئے ہین، یہ تعداد ابھی بہت کچھ بڑھ سکتی ہے، کیونکہ ہندوستان
سینکڑون ہزارون ذاتی کتبخانون کے معلومات حاصل کرنیکے ذرایع ہمارے پاس نہین ہین، بہت سی ایسی کتابین
جو جاہل خاندانون کی غفلت کی نذر ہو گئی ہین، تاہم اتنی مختصر تعداد سے بھی ہمکو تسلی ہے، جب ہم یہ دیکھتے ہین کہ
سکولون اور کالجون کے عہد مین سوا سو برس کے اندر انگریزی کے ہندو مورخین اتنے بھی پیدا نہو سکے،

پھر اس نکتہ کو بھی فراموش نکرنا چاہیے، آج انگریزی تاریخ کی کچھ کتابین جو بنگالی یا دکنی برہمن مصنفون کے
قلم سے نکلی ہین، وہ صرف یونیورسٹیون کے سہارے پر لکھی گئی ہین، کہ وہ کورس مین داخل ہو سکین، اور اُنسے
کچھ تاجرانہ منافع حاصل ہو، لیکن گذشتہ شاہی زمانہ کے مصنفون کی یہ حالت نہ تھی، انکا محرک یا محض شوق
علمی تھا یا سلاطین اور امراے ملک کی قدر شناسی،

دوسرا نکتہ یہ ہے کہ باین ہمہ آجکل تاریخ کی جو کتابین ہندوستانیون نے لکھی ہین یا لکھی جا رہی ہین
وہ زیادہ تر کتابون کی ورق گردانی اور اگلے مصنفون کی دانائی کے ساتھ نقل صوت ہے، وہ صحیفۂ فطرت کے
مطالعہ کے بعد نہین، بلکہ محض کتبخانون کی الماریون کی تلاش کے بعد لکھے گئے ہین، وہ دنیا کی وسیع فضا مین
چل پھر کر نہین بلکہ بلند ایوان لائبریریون کے قیدخانون مین بیٹھکر ترتیب پائی ہین، اپنی آنکھون سے مشاہدۂ حقائق
اور استنباط نتائج کی بنا پر نہین لکھی گئی ہین بلکہ صرف اپنی دماغی محنت و کاوش اور کتابی تلاش و تفحص کی مدد سے
لیکن جن اگلے ہندو مورخون کا ہمنے تذکرہ کیا ہے انکی تصنیفات زیادہ تر مشاہدۂ فطرت، معائنۂ حقیقت،
اور مطالعۂ واقعات کے نتیجے ہین،

ان مصنفین کے حالات پر ایک نظر ڈالنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان مین زیادہ تر ایسے تھے جو شاہی
دفاتر کے ذمہ دار افسر تھے، ان مین بہت سے دفتر شاہی کے منشی، وقایع نویس اور دیوان تھے، انکی نگاہ سے
سلطنت کا کوئی راز چھپا نہ تھا، سیاسی، انتظامی، اور مالی ایک ایک جزئی واقعہ پر انکو عبور رہتا تھا، اسلیے وہ جو
کچھ دیکھتے تھے وہی لکھتے تھے، اور یہی سبب ہے کہ انکو اپنے تاریخی اوراق کے مرتب کرنیکا سب سے بہتر موقع ملتا تھا،

———:::———

دین حنیف

مولوی ابوالحسنات ندوی رفیق دار المصنفین

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین

مذہب اسلام کا دعوی ہے کہ وہ دین حنیف کا نقش کامل ہے، احادیث نبوی مین متعدد مقامات
مذکور ہے انی بعثت علی الحنیفیة السہلة البیضاء رسول اکرم صلعم کو خداوند کریم نے اس طرح مخاطب کیا اقم
وَجْهَكَ لِلدِّینِ حَنِیفًا وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِینَ قرآن مجید مین لفظ حنیف متعدد مقامات پر استعمال کیا گیا
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا جہان جہان تذکرہ ہے تقریباً ہر جگہ حنیفا وما کان من المشرکین کا بالالتزام
کیا گیا ہے،

ان آیات قرآنی اور احادیث نبوی پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حنیف کوئی مستقل اور اہم
لیکن افسوس ہے کہ کتب تفسیر کا موجودہ ذخیرہ اس حقیقت کے انکشاف کا کوئی گران قیمت سرمایہ نہین
عام مسائل کی طرح اس باب مین بھی یہ غلطی کیگئی ہو کہ اقوال الناس کے سامنے اصل قرآن کریم کی طرف مراجعت
نہین کیگئی،

ذیل کے صفحات مین اسی لفظ حنیف کی حقیقت واصلیت کو کتب لغت، روایات ملل ونحل اور استشہاد
قرآنی کی مدد سے واضح کرنیکی کوشش کیجاتی ہے جس سے امید ہے کہ یہ راز سربستہ منکشف اور بے نقاب
ہو جائے کہ دین حنیف کیا تھا اور اسکے اصول کیا تھے،

آیندہ بیان سے معلوم ہوگا کہ لفظ حنیف سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کی شان مین استعمال کیا گیا
آپ ہی کا مذہب اس نام سے موسوم ہوا، اسلئے اس لفظ کو آپکی زندگی، آپکے قومی مذہب اور آپکی دعوت حق
ایک قدرتی وابستگی ہے، اس بنا پر سلسلۂ بحث مین آپکے قومی مذہب اور آپکی دعوت حقہ کا ذکر ناگزیر ہے

سب سے پہلے مین انہین امور کی تشریح کی طرف متوجہ ہوتا ہون،

لیکن اس موقع پر ایک اور امر کو واضح کر دینا بہت ضروری معلوم ہوتا ہے، وہ یہ کہ عربی تاریخون مین
قوم ابراہیم (صابئہ) کے عقاید، عبادات، اور رسم و رواج کے بیان مین بکثرت اختلاف روایات ہین لیکن
یہ تمام اختلافات میرے زیر بحث زمانہ سے بعد کے ہین، اور انکی صورت یہ ہوئی کہ مثلاً جب یہودیت کی
توسیع واشاعت ہوئی، اس نے زور پکڑا اور اپنی حکومت اور اپنا تمدن قائم کیا تو صابئہ جو زمانہ قدیم سے
موجود تھے ناگزیر طور پر اس کشمکش سے متاثر ہوے، اور ان حالات کی بنا پر انکے اعتقادات ورسوم مین کسیقدر
تغیر آگیا، پھر جب نصرانیت کا ظہور ہوا اور اس نے اپنا سکہ جمایا تو تبدیل حالات کے ساتھ صابئہ کے
سطح عقاید مین بھی ناہمواری پیدا ہوئی، اور انکے اعتقادات ورسوم پر نصرانیت کا رنگ بھی کچھ چڑھ گیا نیز
خود قوم صابئہ مین بڑے بڑے دانشمند فلسفی پیدا ہوے جنھون نے وقتاً فوقتاً مختلف اصلاحات اور تبدیلیان
کین، ان اسباب کی بنا پر صابئیت کی حقیقت مین بہت سے اختلافات نظر آتے ہین، یہ اختلافات ہمارے
دائرہ بحث سے خارج ہین، کیونکہ ہماری بحث صرف اس زمانہ کے عقاید سے وابستہ ہے جبکہ قوم مین
حضرت ابراہیم علیہ السلام مبعوث ہوے، مقصد صرف یہ دکھانا ہے کہ بعثت ابراہیمی کے وقت صابئہ کے
عقاید کیا تھے؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان مین کیا اصلاحات کین اور آپکی دعوۃ کس بنیاد پر تھی؟
تاکہ دین حنیف کی حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے،

قوم ابراہیم کا مذہب | تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کا مذہب صابئیہ تھا، عہد
ابراہیمی مین یہی دنیا کا عالمگیر مذہب تھا، عراق، شام، مصر، ہند، عرب اور چین گویا اسوقت کی تمام مہذب
دنیا کے لوگ اسی مذہب کے پیرو تھے، موقع کے اقتضا کی بنا پر بہت ضروری معلوم ہوتا ہی کہ اس مذہب کے
اصول ومعتقدات کو کسیقدر تفصیل سے لکھا جائے، پھر اسکی مختلف شاخون کی باہمی جزئی اختلافات کو بھی
مختصر لفظون مین بیان کیا جائے تاکہ حقیقت وتاریخ دین حنیف کے ساتھ قرآن مجید کی بعض آیات متعلقہ

ذرین صابئہ کی صحیح تشریح بھی معلوم ہو،

تاریخ مذاہب عالم کے مطالعہ سے یہ حقیقت عیان ہوتی ہے کہ تمام مذاہب نے خدا کے وجود کو تسلیم کیا لیکن انکی گمراہی نظام عالم، قدرت خدا، موثرات عالم اور تعلقات خالق و مخلوق وغیرہ مسائل کے عدم فہم سے پیدا ہوئی ہے، یہانتک کہ بعضون نے اجرام فلکی کو نظام عالم کا باعث حقیقی تصور کیا، بعضون نے خدا اور بندون کے درمیان چاند، ستارے اور آفتاب وغیرہ کو علاقہ قرار دیا، اور بعضون نے بتون مین روحانیات کا حلول تسلیم کر کے انکے آگے سر اطاعت جھکایا،

پیش نظر فرقہ صابئہ کا بھی یہی حال تھا کہ وہ خدا کے وجود کو تسلیم کرتا تھا لیکن اسکی گمراہ کن تجویز یہ تھی کہ خدا اور بندون کے درمیان اسکی معرفت، اسکی طاعت اور اسکے تقرب کے لئے ایک علاقہ اور [illegible] وجود کی ضرورت ہے، نیز وہ علاقہ روحانیات کی پاکیزگی و لطافت کی بنا پر روحانیات ہی مین سے ہونا چاہئے، جسمانیات مین سے نہین جو ہماری ہی طرح کھاتا پیتا اور تمام جسمانی آلایشون سے ملوث ہو، اسی بنا پر وہ کہا کرتے تھے کہ

لَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَکُمْ اِنَّکُمْ اِذًا لَّخَاسِرُوْنَ اگر تم نے اپنے ہی جیسے ایک انسان کی طاعت کی تو بے شبہ ناکام [illegible]

اسکی اس گمراہ کن نظریہ نے اسکے اندر اختلافات آرا کی بنیاد ڈالی، اور روحانیات کا علاقہ و واسطہ تلاش کرنے مین کسی کی نگاہ آسمان اور اجرام فلکی تک جا پہنچی، اور کسی کی مٹی کے تودون اور پتھر کی بنی ہوئی مورتون پر جمگئی، اور اس طرح یہ قوم کواکب پرستی اور بت پرستی مین مبتلا ہو کر فاطر السموات والارض کی تسلیم و عبادت سے دور جا پڑی،

کواکب پرست اور انکا اعتقاد

اس فرقہ نے یہ عقیدہ قائم کیا کہ بے شبہ انسان اور خدا کے درمیان ایک علاقہ کی ضرورت ہے اور یہ بھی لازم ہے کہ وہ علاقہ روحانیات مین سے ہو لیکن ساتھ ہی یہ بھی ہونا چاہئے کہ وہ علاقہ کسی نہ کسی ذریعہ سے ہمارے سامنے بے پردہ اور نمایان ہو کہ ہمین اسکے تقرب کا موقع حاصل ہو، ورنہ بغیر اس

تقرب کے ہم کو خدا کا تقرب حاصل نہین ہو سکتا،

اس بنا پر جب اس نے محسوسات و مرئیات عالم پر نظر ڈالی تو سب سے زیادہ نظام عالم مین دخیل اجرام فلکی کو پایا، اس سے یہ خیال قائم کیا کہ عالم محسوسات مین روحانیات سے قریب تر اجرام فلکی چاند ستارے اور آفتاب ہین، اس نتیجہ تک پہنچکر اس فرقہ نے سیارات سبع کے سات ہیکل قائم کئے، پھر ان ستارون کے منازل، مطالع و مغارب، اشکال طبعی، ایام و ساعات مقرر کئے اور انکے لئے الگ الگ شہر و ممالک تقسیم کئے، پھر انکے قابو مین لانیکے لئے مختلف منتر، تعویذ گنڈے، اور دعائین اختراع کین، اور ہر ستارہ کیلئے اسکے عمل و تاثیر کے لحاظ سے ہفتہ کا ایک ایک دن تقسیم کیا، مثلاً زحل کے لئے سنیچر وغیرہ، اور ہر دن مین ستارون کے کمال ظہور و تاثیر کی بنیاد پر مختلف اوقات مقرر کئے، گویا اس طرح اس نے اپنی عبادت کا طریقہ اور اسکے لئے اوقات وضع کئے، انکی حاجت طلبی و دعا کا طریقہ یہ تھا کہ جب کوئی حاجت پیش آتی تو غسل کر کے خاص قسم کے کپڑے پہنتے، خوشبو لگاتے اور بخورات جلا کر جس طرح کی حاجت ہوتی اسی تاثیر والے ستارے کے دن مین ساعت اولیٰ کو ملحوظ رکھکر پہلے اس ستارہ کی پوجا کرتے پھر اسی وقت مین کوئی گنڈہ تعویذ لکھتے یا کوئی انگوٹھی بنا کر پہنتے،

صابئہ اپنی اصطلاح مین ان ستارون کو ارباب یا آلہۃ کے نام سے پکارتے تھے اور خدا کو رب الارباب یا اِلٰہ الالٰھہ کہتے تھے، لیکن ان مین ایک وہ فرقہ بھی تھا جو آفتاب کو اسکی روشنی اور بڑائی کی وجہ سے رب الارباب اور اِلٰہ الالٰھہ کہتا تھا، صابئہ کے خیال مین روحانیات کو ان ہیاکل یعنی سیارات سبع سے وہی علاقہ ہے جو انسان کی رُوح کو اسکے جسم سے ہے، روحانیات کا تصرف بھی اسی طرح کا ہے جسطرح روح انسانی کا اسکے جسم ارادہ اور تحریکات پر،

اس گم کردہ راہ قوم کی فنا تخیل کے آثار و علامات آجتک دنیا مین علم نجوم، طلسمات، کہانت، تنجیم، تقویم اور نقش و خواتیم کی صورت مین اپنے جلوے دکھا رہے ہین،

بت پرست اور انکا اختلافی تخیل اس فرقہ نے اپنے تخیل کی عمارت اس بنیاد پر قائم کی کہ ہمکو خدا تک یا روح اعظم تک پہنچنے کے لئے درمیانی وسائل اور توسط کی تو ضرورت ہے لیکن ان وسائل کو ایسا ہونا چاہیئے کہ ہماری آنکھین انکو دیکھ سکین انکی قربت حاصل کر سکین، ان سے مخاطب ہو سکین، جب تک یہ شرائط موجود نہون صحیح تقرب حاصل نہوگا، رہ گئے ہیاکل یعنی سیارات سبع تو انکا یہ حال ہے کہ وہ ہمسے بہت دور ہین، انکے لئے طلوع و غروب کے اوقات ہین وہ صرف راتون کو ظاہر ہوتے اور دن کو چھپ جاتے ہین، ان حالات کی وجہ سے ہماری صحیح توجہ انکی طرف کیونکر ممکن ہی، حالانکہ ہمکو تقرب الٰہی کے حصول کے لئے انکی طرف کامل توجہ کی ضرورت ہے، اس ضرورت کی بنا پر ہمین بت اور مجسمے بنانے چاہئین جنکو ہم اپنے روبرو رکھہ سکین، جن سے ہم قریب تر ہو سکین جنکے آگے ہم جہک سکین، اور جن سے ہم ہر وقت اپنی مرادین مانگ سکین، تاکہ بتون کے ذریعہ سے ہیاکل اور ہیاکل کے ذریعہ سے روحانیات اور روحانیات کے ذریعہ سے خدا کا تقرب حاصل کر سکین، اسی نتیجۂ فکر کی بنا پر اس فرقہ نے بتون کی پوجا شروع کی، اور اس بت پرستی کے لئے تاثیرات اجرام فلکی کو ملحوظ رکھکر خاص وقت اور دن مقرر کئے، عبادت کے لئے جداگانہ لباس وضع کئے، اور بتون کے آگے روشنی اور بخورات جلانے کی رسم نکالی،

حضرت ابراہیمؑ کا کنبہ اور بتگری بت پرستی کے تخیل نے بت گری کی صنعت کو ایجاد کیا، یہودیون اور مسلمانون کے کتب مذہبی سے ثابت ہوتا ہے کہ اس صنعت مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کنبہ سب سے بالادست تھا، چونکہ بتون کی صورت مین سیارات سبع کی مشابہت وخصوصیات اور انکے تراشنے مین مراعات نجومیہ کی ضرورت شرط تھی اسلئے کسیقدر دشوار کام تھا، ان شرائط کی پابندی کے ساتھ سب سے زیادہ اچھے بت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے مین تراشے جاتے تھے، آپکا باپ آذر اس وصف مین مشہور تھا، اسلئے آپکی قوم آپ ہی کے یہان سے بت خرید کرتی تھی،

استشہاد قرآنی اب تک جو کچھ صابئہ کے عقائد وخیالات کے متعلق بیان کیا گیا ہے، اسکا ماخذ کتب ملل ونحل اور تاریخی روایات ہین، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا قرآن مجید بھی اس فرقہ کے ان اعتقادات کو ظاہر کرتا ہی؟ اسکا جواب اثبات مین ہی، اسلئے اب قرآنی شہادتون کو پیش کیا جاتا ہے تاکہ اس بیان سے دین حنیف کی حقیقت پر روشنی پڑے اور یہ معلوم ہوجاسے کہ وہ دعوت ابراہیمی کیا تھی جسکا دوسرا نام دین حنیف مشہور ہوا،

اوپر لکہا جا چکا ہے کہ صابئہ دو فرقون مین منقسم تھے، کواکب پرست اور بت پرست، قرآن مجید مین دونون فرقون کا ذکر مذکور ہے، اس موقع پر قرآن ہی کے الفاظ مین اس تذکرہ کو پیش کر دینا مناسب ہے،

صابئہ بت پرست کا ذکر قرآن مین قرآن مجید سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم کا گھرانا بت پرست تھا، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی دعوت اصلاح کی پہلی آواز بلند کی تو ہمین اپنی قوم سے خطاب کرتے ہوے خاص طور پر اپنے باپ آذر کو بھی مخاطب کیا، قرآن اس واقعہ کو ان الفاظ مین بیان کرتا ہی،

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ	ہم نے اس سے پہلے ابراہیم کو اسکی ہدایت دی اور ہم اسکو جانتے ہین جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ ان بتون مین کیا دہرا ہی جنکو تم گھیرے رہتے ہو،
اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ	
الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ۝ (سورۂ انبیاء)	

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت ابراہیم کی قوم اور خود آپکا کنبہ بت پرست تھا جسکی تردید کیلئے آپ نے یہ آواز حق بلند کی، اسی طرح ایک اور مقام پر ہے،

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ لِاَبِيْهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصْنَامًا	اور جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا کہ تم کیون ان بتون کو خدا جانتے ہو مین تمکو اور تمہاری قوم کو کہلی گمراہی مین مبتلا دیکھتا ہون
اٰلِهَةً اِنِّيْٓ اَرٰىكَ وَقَوْمَكَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ، (انعام)	

اس آیت مین اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ بت پرست صابئہ اپنے بتون کو الہۃ کے لقب سے پکارتے تھے، ان آیتون کے علاوہ قرآن مین اور بھی تصریحات موجود ہین جن سے ثابت ہوتا ہی کہ حضرت ابراہیم نے جس قوم کو دعوت اصلاح دی اسمین بت پرستی رائج تھی،

کواکب پرست صابئہ کا ذکر قرآن مین قرآن نے بت پرست فرقہ کی طرح کواکب پرستون کے عقاید وخیالات کا بھی

تفصیلی تذکرہ کیا ہے، لیکن اسکا طرز بیان بالکل جداگانہ ہے اسلئے یہ حصہ کسیقدر تشریح طلب ہے، ا
عقاید وخیالات کا تذکرہ اور انکی تردید۔ و تکذیب قرآن مین حضرت ابراہیم کے حالات کے ذیل مین ہے، مثلاً

فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ (سورہ الصّٰفّٰت) اس نے ستارون کو ایک نظر دیکھکر یہ کہا مین بیمار ہوجانیوالا

یہ آیت اس موقع کی ہے جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم عید منانیکے لئے کسی خاص مقام
جارہی ہے آپ بھی ساتھ مین اتھوڑی دور چلکر اور ستارون کو دیکھکر آپ فرماتے ہین، اِنِّي سَقِيْمٌ (مین بیمار ہونیوا

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے حالات کا اچھی
مطالعہ کیا تو اس نتیجہ پر پہنچے کہ اسکی بت پرستی اس بنا پر ہے کہ وہ بتون مین قدرت خیر و شر تسلیم کرتی ہے
اصلاح کی بہترین صورت یہ ہے کہ اسکے اس اعتقاد کی غلطی ظاہر کیجاے اور اسپر بداہتہً یہ ثابت کیا جا
ان بتون مین کوئی قدرت نہین، وہ اپنی تکلیفون اور راحتون کا اظہار تک نہین کر سکتے پھر تمہاری را
و تکلیف کا باعث کیونکر ہو سکتے ہین، اس بنا پر آپنے یہ قسم کھائی اور ارادہ کر لیا کہ

تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ — قسم خدا کی تمہارے پیٹھ پیچھے مین تمہاری بتون کے ساتھ چال چلونگا،

ظاہر ہے کہ تمام لوگون کی موجودگی مین ان بتون کے ساتھ کوئی برا سلوک نہین کیا جاسکتا تھا
ابراہیم علیہ السلام کو اسکی قدرت نہ تھی اسلئے آپ موقع کے منتظر تھے، اب اس موقع سے بہتر اور کونسا
ہوسکتا تھا جب قوم کے بچے، بوڑھے، عورت، مرد سب کے سب عید کی خوشی منانیکے لئے آبادی سے دو
آپنے اس موقع کو مغتنم سمجھکر اُنسے بچھڑ جانیکے لئے ستارون کو دیکھکر یہ کہا کہ مین بیمار ہونیوالا ہون،

بیان پر قرآن کے الفاظ فنظر نظرة فی النجوم کی ہمارے مفسرین نے بڑی بڑی تفسیر
کسی نے ستارون کے آثار و علائم سے حکم لگانا جائز ثابت کیا ہے، کسی نے حضرت ابراہیم علیہ السلام
یہ لکھا کہ وہ علم نجوم سے واقف تھے، میری راے مین ان تفسیرون کو تسلیم کرنا در اصل قرآن کی بلاغت

یہ فقرہ اپنے موقع استعمال کی خوبی کے لحاظ سے نہایت بلیغ واقع ہوا ہے، فن بلاغت کا ایک عام مسلمہ ہے کہ
مخاطب کے جذبات و معتقدات کو ملحوظ رکھکر جو خطاب کیا جائیگا وہ اپنی تاثیر اور اپنے حسن استعمال کی بنا پر
نہایت بلیغ ہوگا،

اس جملہ مین بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے محض مخاطب (قوم) کے جذبات و معتقدات کو ملحوظ
رکھا ہے تاکہ اس طرح یقینی طور پر آپکا مقصد حاصل ہو، چونکہ آپکی قوم ستارون کے آثار و علائم کو متیقن تسلیم
کرتی تھی اور انکو دیکھکر جو کچھ اندازہ لگایا جاتا تھا اسکو بالکل صحیح اور سچ مانتی تھی اسلئے ستارون کو دیکھکر
اِنِّي سَقِيْمٌ سنتے ہی فوراً حضرت ابراہیم کو چھوڑکر چلتی ہوئی فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِيْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت)

قرآن نے اس کواکب پرست فرقہ کے انہی اعتقادات کو ایک دوسرے موقع پر بھی یون بیان کیا ہے

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ۔ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ،

جب اسپر رات چھاگئی تو ستارہ کو دیکھکر کہا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ ڈوبنے لگا تو کہا مین ڈوبنے والیکو دوست نہین رکھتا پھر جب ماہتاب کو چمکتا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے مگر جب وہ بھی ڈوبنے لگا تو کہا اگر میرا رب میری ہدایت نکرتا تو مین گمراہ قوم مین سے ہوجاتا پھر جب آفتاب کو چمکتا دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے یہ سب سے بڑا ہے لیکن جب وہ بھی ڈوبنے لگا تو کہا اے قوم مین ان چیزون سے بری ہون جنکو تو خدا کا شریک جانتی ہے،

ان آیات مین حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارے، چاند اور آفتاب کے طلوع و غروب کو دیکھکر صداے
لا احب الآفلین بلند کرنا، اپنی قوم کے آگے بداہتہً یہ حجت پیش کرنا تھا کہ یہ تمام چیزین حادث و فانی ہین
اور جو ہستیان اسدرجہ سرعت کے ساتھ فنا و زوال کو قبول کرتی ہون وہ کیونکر خدا ہو سکتی ہین، اور پھر تدریجاً
آخر مین پہنچکر صاف صاف یہ کہنا کہ اے قوم جن چیزون کو تو خدا کا شریک جانتی ہے مین انسے بری اور
الگ ہون، واضح طور پر یہ بتلاتا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم ان چیزون کو خدا کا شریک جانتی تھی

اور خدا کی طرح انکی پوجا کرتی تھی،

آیت فلما را الشمس بازغۃ مین لفظ ھذا ربی ھذا اکبر سے اس فرقہ کی طرف بھی اشارہ ہے
جو آفتاب کو اسکی بڑائی اور نورانیت کی بنا پر رب الارباب سمجھتا تھا جیسا کہ مین روایات ملل و نحل اور تا
بیان سے اوپر لکھ چکا ہون،

دعوت ابراہیمی یا دین حنیف

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بعثت ان دونون فرقون کی طرف ہوئی تھی آپ
ان دونون کو دعوۃ حق دی، دونون گروہ کے آگے حجت توحید پیش کی اور دونون سے آپ نے مناظرہ
کیا پہلے آپ بت پرستون کی طرف متوجہ ہوے،

اتعبدون ما تنحتون واللہ خلقکم وما تعملون (سورۃ الصٰفٰت)

کیا تم جنکو اپنے ہاتھون سے بناتے ہو انہین کو پوجتے ہو حالا
تمکو اور جو کچھ تم بناتے ہو سبکو خدا ہی نے پیدا کیا،

اور فرمایا،

ما ھذہ التماثیل التی انتم لھا عاکفون (انبیاء)

ان بتون مین کیا رکھا ہے جنکو تم پوجتے ہو

لیکن جب آپ نے یہ دیکھا کہ اس بت پرستی کا سرچشمہ خود آپکے گھر سے ابل رہا ہے جب تک یہ بند
قوم کی اصلاح ناممکن ہے تو آپ اپنے باپ آذر کی طرف متوجہ ہوے کہا

اتتخذ اصناما الھۃ انی اریک وقومک فی ضلل مبین

تم بتون کو خدا کیون سمجھتے ہو مین تم کو اور تمہاری قوم کو
صریح گمراہی مین دیکھ رہا ہون،

اور فرمایا،

یا ابت لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنک شیئا،

اے باپ تو انکی پوجا کیون کرتا ہے جو نہ سن سکتے ہین
دیکھ سکتے ہین اور نہ تجکو کسی چیز سے بے پروا کر سکتے ہین

اور بالآخر کسیقدر سخت لہجہ مین عذاب الٰہی کا خوف دلاتے ہوے یہ فرمایا،

یا ابت لا تعبد الشیطن ان الشیطن کان للرحمن عصیا

اے باپ تو شیطان کی پوجا نہ کر اسلئے کہ شیطان خدا کا نافرمان ہے،

یا ابت انی اخاف ان یمسک عذاب من الرحمن

اے باپ مین ڈرتا ہون کہ تجھپر اللہ کا کوئی عذاب نہ آجائے

پھر اس طرح انکے مذہب کی تردید و تکذیب اور اظہار خوف و وعید کے بعد آپ نے انکو طریق ہدایت کی
دعوت دی اور فرمایا،

یا ابت انی قد جاءنی من العلم ما لم یاتک فاتبعنی اھدک صراطا سویا۔

اے باپ مجھے اللہ کی طرف سے وہ یقین ملا ہے جو تجھے نہین ملا پس
میری اطاعت کر مین تجھے سیدھی راہ بتاؤنگا،

لیکن جب آپکو ان باتون کا جواب قوم کی طرف سے یہ ملا،

قالوا وجدنا آباءنا لھا عبدین

ان لوگون نے کہا کہ ہمنے اپنے باپ دادا کو انکی پرستش کرتے دیکھا،

اور اپنے باپ آذر کی طرف سے یہ

قال اراغب انت عن الھتی یا ابراھیم

اسنے کہا اے ابراہیم کیا تم میرے معبودون سے منکر ہو گئے ہو،

تو آپ نے اس دعوت سے الگ ایک دوسری سبیل نکالی، یعنی آپ نے یہ ٹھان لی کہ عملاً ان بتون کی
بے بسی اور کمزوری ان پر ثابت کیجاے اور یہ دکھایا جاے کہ جب یہ اپنی حالت کی خبر نہین رکھتے اور اپنے اوپر
گذرے ہوے واقعات نہین بتا سکتے تو تمہاری کیا خبر لے سکتے ہین اور تمہارے کس کام آسکتے ہین،

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنے اس عزم کے پورا کرنیکا موقع ملا یعنی جب ساری قوم رسم عید
ادا کرنیکے لئے چلی گئی تو آپ نے اسکے بتون کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ

فجعلھم جذذا الا کبیرا لھم لعلھم الیہ یرجعون

ان بتون کو توڑ ڈالا مگر ان مین سب سے بڑے کو اسلئے
چھوڑ دیا کہ شاید وہ لوگ اسکی طرف رجوع ہون،

اب جب آپکی قوم جشن عید سے واپس آتی ہے تو اپنے بتون کا یہ برا حال دیکھکر اسکی جستجو کرتی ہے کہ آخر یہ
برا سلوک انکے ساتھ کس نے کیا، حضرت ابراہیم سے پوچھتی ہے،

ءَاَنتَ فَعَلتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يَاۤ اِبرَاهِيمُ

اے ابراہیم ہمارے بتون کے ساتھ تونے ایسا کیا

آپ فرماتے ہین،

بَل فَعَلَهٗ كَبِيرُهُم هٰذَا فَاسئَلُوهُم اِن كَانُوا يَنطِقُونَ۔

شاید اسی بڑے بت نے یہ کیا ہو تم انہین سے کیون نہین پوچھتے اگر بول سکتے ہون،

اس بلاغت آمیز طرز جواب کا سارا لطف جواب کے دو ٹکڑون مین پنہان ہے یعنی بل فعلہ کبیرھم ھذا اور ان کانوا ینطقون - افسوس ہے کہ عام مفسرین اس آیت کی یہ تفسیر کرکے قرآن کی بلاغت کو برباد کردیتے ہین کہ یہ بھی منجملہ ان تین جھوٹ باتون کے ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پوری مدت حیات مین بولے تھے،

معلوم ہوتا ہے کہ انکو بل فعلہ کبیرھم ھذا مین حرف بل کی وجہ سے یہ دہوکا ہوا کہ حضرت ابراہیم اپنے اس فعل سے انکار کرکے اسکی نسبت بڑے بت کی طرف کر رہے ہین، حالانکہ یہان یہ صورت نہین، اس موقع پر لفظ بل کے استعمال سے صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ اس سے پہلے کے جملہ کی نسبت سکوت محض ہے نہ اسکا اقرار ہے نہ انکار، اور یہ استعمال لغت عرب مین پایا جاتا ہے، حرف بل کے ایسے مواقع استعمال کی دو شرطین ہین، ایک یہ کہ اس سے پہلے امر ہو، مثلاً اضرب زیداً بل عمراً، دوسرے یہ کہ اس سے پہلے منفی ہو مثلاً قام عمرو بل زید وغیرہ،

ثم ان تقدمها (بل) امر او ایجاب کاضرب زیداً بل عمراً وقام زید بل عمرو فهي تجعل ما قبلها كالمسكوت عنه فلا يحكم عليه بشئ واثبات الحكم لما بعدها (مغني اللبيب صفحہ ۹ جلد ا مطبوعہ ازہریہ مصر)

بل سے پہلے اگر امر یا جملہ غیر منفی ہو جیسے اضرب زیداً بل عمراً اور قام زید بل عمرو تو ما قبل بل کی طرف سے سکوت محض مقصود ہوتا ہے، اس پر کسی قسم کا حکم نہ کیا جائیگا بل کے بعد اثبات حکم ہوگا،

رہ گیا مابعد بل کے لئے اثبات حکم یا اضافت نسبت تو یہ کچھ ضرور نہین کہ وہ نسبت یا اضافت واقعی

اور حقیقی بھی ہو، محض ظاہری و اضافی نسبت یا اثبات حکم بھی کفایت کرسکتا ہے، اس مقام پر ظاہر ہے کہ یہ اضافی وظاہری نسبت یا اثبات حکم آئت بل فعلہ کبیرھم ھذا مین موجود اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقصود بھی ہے ولا کذب فیہ،

اصل یہ ہے کہ اس بلاغت آمیز جواب مین ایک تعریض والزام ہے جس سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان بتون کے پوجنے والون پر بداہتہً اس امر کا ثبوت پیش کرنا ہے کہ تم لوگ ایسی ہستیون کو پوجتے ہو جنمین اسکی قدرت بھی نہین کہ اپنے حامیون اور مددگارون کے سامنے اپنی مصیبت کو بیان کرسکین، کیونکہ اسکے بعد فرمایا،

فَاسئَلُوهُم اِن كَانُوا يَنطِقُونَ، فَرَجَعُوۤا اِلٰۤى اَنفُسِهِم فَقَالُوۤا اِنَّكُم اَنتُمُ الظّٰلِمُونَ۔ ثُمَّ نُكِسُوا عَلٰى رُءُوسِهِم لَقَد عَلِمتَ مَا هٰۤؤُلَاۤءِ يَنطِقُونَ قَالَ اَفَتَعبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنفَعُكُم شَيئًا وَّلَا يَضُرُّكُم اُفٍّ لَّكُم وَلِمَا تَعبُدُونَ مِن دُونِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعقِلُونَ۔

ان بتون سے پوچھو اگر وہ بولتے ہون پس وہ اپنے دلون کی طرف رجوع ہوئے اور (ایک دوسرے سے) بولے کہ بیشک تم لوگ ظالم ہو پھر اپنے سرون کو دھنتے ہوئے بول اٹھے کہ (اے ابراہیم) تم جانتے ہو یہ بت نہین بولتے آپنے فرمایا پھر اللہ کے سوا ایسی چیزون کو کیون پوجتے ہو جو تمکو کچھ نفع پہنچا سکتی ہین نہ نقصان، تمہارے اور اللہ کے سوا تمہارے معبودون کے لئے افسوس ہے کیا تمہین اتنی بھی عقل نہین،

مذہب کواکب پرستی کی تردید

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بت پرستون کے خیالات ومعتقدات کی قولی وفعلی تردید سے فارغ ہوئے تو آپ نے کواکب پرستون کی طرف توجہ کی اور انکے خیالات ومعتقدات کی بھی نہایت وضاحت وتشریح کے ساتھ بدیہی دلائل سے تردید کی،

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيهِ الَّيلُ رَاٰ كَوكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّى فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الاٰفِلِينَ فَلَمَّا رَاَ القَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّى فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَئِن لَّم يَهدِنِى

جب ابراہیم (علیہ السلام) پر رات چھاگئی اس نے ستارے کو دیکھکر کہا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ ڈوب گیا تو کہا مین ڈوبنے والے کو پسند نہین کرتا، پھر جب ماہتاب کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہے لیکن جب وہ

رَبِّی لَا کُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّیْنَ. فَلَمَّا
رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَۃً قَالَ ھٰذَا رَبِّی ھٰذَا
اَکْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ یٰقَوْمِ اِنِّیْ
بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ه اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ
فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَآ
اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ،

ڈوب گیا تو کہا اگر میرا رب میری ہدایت نکرتا تو مین بھی قوم گ
ہین سے ہوتا، پھر جب آفتاب کو چمکتا ہوا دیکھا تو کہا یہ میرا رب
یہ سب سے بڑا ہی لیکن جب وہ بھی ڈوبنے لگا تو کہا اے قوم
ان چیزون سے بری ہون جنکو تو خدا کا شریک جانتی ہی مین
تو اپنا منھ اسکی طرف پھیر دیا جو آسمان و زمین کا بنانیوالا
اور مین مشرکین مین سے نہین ہون،

اس آیت مین بھی ستارے، چاند اور آفتاب کو دیکھکر ھذا ربی کہنا محض تعریض والزام ہے نیز فلما
افل قال لا احب الافلین سے بداہتہً کفار ومشرکین کو یہ بتانا مقصود ہے کہ چاند، ستارے، آفتاب جنکو
تم پوجتے ہو اور خدا سمجھتے ہو، یہ تمام چیزین کسقدر جلد زوال پذیر ہین، اور ظاہر ہے کہ خدا کسی آن مین زوال
نہین قبول کرتا، اسلئے تمکو چاہیئے کہ انکی پرستش سے باز آجاؤ اور صرف اس خدا کو پوجو جس نے آسمان زمین
چاند اور ستارے سب کو پیدا کیا،

جملہ ھذا ربی بھی محض تعریض کے طریقہ پر ہے ورنہ (نعوذ باللہ) حضرت ابراہیم کا شرک ثابت
ہو جائیگا جس سے قطعاً حضرت ابراہیمؑ اپنی زندگی کے ہر لمحہ مین پاک رہے ہین کیونکہ خدا نے آپکی نسبت فرمایا
وَلَقَدْ اٰتَیْنَآ اِبْرٰھِیْمَ رُشْدَہٗ مِنْ قَبْلُ وَکُنَّا بِہٖ عٰلِمِیْنَ، ہمنے ابراہیم کو اس سے پہلے ہدایت دی اور ہم اسکو جانتے ہین

(باقی)

مسلمانان روس

(۴)

از مولانا عبد السّلام ندوی

ان کوششون کے علاوہ حکام نے محکمہ جمعیۃ اسلامیہ کے مفتی کے اثر سے بھی کام لینا چاہا،
لیکن اسمین بھی ناکامیابی ہوئی، اب نومبر ۱۹۰۶ء مین ایک شاہی فرمان کے ذریعہ سے یہ اعلان کیا گیا
جتنے غیر روسی مدارس ہین، سب کے سب وزارت تعلیم کی نگرانی مین رہین گے، اور جتنی رقمین باشندگان
قزان کے طلبا کے لئے وزارت داخلیہ کی طرف سے مقرر ہین، سب کی سب وزارت تعلیم کے
قبضہ مین آجائینگی، اور اسکے متعلق قوانین بنائے جائین گے،

اس فرمان کے بعد وزارت تعلیم، اور وزارت داخلیہ کے درمیان قوانین بنانیکے متعلق خط وکتابت
ہوئی، اور جب یہ قوانین بنگئے تو بادشاہ کی خدمت مین بغرض منظوری بھیجے گئے، لیکن شاہی کونسل نے
انکو پسند نہین کیا، اور ۱۹۱۰ء مین انکو دفتر وزارت تعلیم مین واپس کر دیا، اسی زمانہ مین روس و ٹرکی مین
جنگ چھڑ گئی، اسلئے وزیر تعلیم نے اس معاملہ کو آگے بڑھانا پسند نہین کیا، لیکن جمعیت مبشرین کے ارکان کو
وقت و زمانہ کی موزونیت کی پروانہ تھی، وہ برابر اپنی کوششون مین مصروف رہے، اور بہت سی تدبیرین
اختیار کین، اور انکو سلطنت کی طرف منسوب کیا ۰۰۰ اسی زمانہ مین گورنر قزان نے ایک اعلان جاری
کیا جسکا خلاصہ یہ تھا،

(۱) مسلمانون کے بچے سات سال کی عمر کے بعد روسی مکاتب مین داخل کئے جائین گے اور انکے
مصارف کا بار انکے اولیا پر ہوگا، اور جو شخص اسکی مخالفت کریگا، اسپر مقدمہ چلایا جائیگا،
(۲) گرجون کی تعمیر کے مصارف کا بار عموماً گاؤن والون پر ہوگا، (اسمین عیسائیون کی تخصیص نہین کیگئی تھی)
(۳) ہر گاؤن مین ایک منارہ ہوگا جسپر ہر وقت ناقوس بجایا جائیگا،

اگرچہ گورنر کی طرف سے یہ ہدایت کیگئی تھی کہ یہ اعلان ۱۸۹۰ء سے پیشتر نہ شایع کیا جا
لیکن برائی بہت جلد پھیل جاتی ہے، تمام مسلمانون کو فوراً اسکی خبر ہوگئی، اور انھون نے سخت شور
طریقے سے گورنر سے درخواست کی کہ یہ احکام عیسائیون کے ساتھ مختص ہین، یا مسلمان بھی اسمین
ہین؟ گورنر نے جواب دیا کہ وہ صرف عیسائیون کے ساتھ مخصوص ہین، اب مسلمانون نے درخوا
اسکی توضیح کردیجائے، ورنہ اضلاع کے حکام اسمین مسلمانون کو بھی شامل کردینگے، اس نے توضیح کا و
لیکن اس وعدہ کو اس طرح پورا کیا کہ بہت سی فوج لیکر روانہ ہوا کہ اس سرکشی پر مسلمانون کو سزا دے
منگر کے قریب پہنچکر خیمہ زن ہوا، اور تمام اطراف وجوانب کے مسلمانون کو جمع کیا، جاڑے کا موسم
برف باری ہورہی تھی، جب مسلمان پہنچے تو انکو گھٹنون کے بل برف پر بٹھایا، اور کاسک سپا
ذریعہ سے انکی سخت زدوکوب کرائی، اور اسلام، قرآن، اور رسول اللہ صلعم کے متعلق گستاخانہ الفا
جو عیسائی اس منظر کے دیکھنے کے لئے آئے تھے انکو بھی مسلمانون کے زدوکوب کا حکم دیا، لیکن ان
یہ کہکر انکار کردیا کہ یہ ہمارے پڑوسی ہین، اور ہمکو ان سے کوئی درد دکھ نہین پہنچا،

تمام ملک مین ان وحشیانہ مظالم کی خبر پہنچی تو مسلمان بدحواس ہوگئے، دار السلطنت مین
معلوم ہوا تو چوبیس اشخاص کا ایک کمیشن جسمین نصف مسلمان تھے مقرر ہوا کہ وہ اس واقعہ کی تحقیقا
کرے، تحقیقات کے بعد مسلمان ہر قسم کی نافرمانی وشورش سے بری ہوگئے، اور تمام الزام گورنر
ہوا، اور وہ اس جرم مین موقوف کردیا گیا،

۱۸۸۱ء مین الگزنڈر ثانی قتل کردیا گیا، اور اسکا بیٹا الگزنڈر ثالث تخت نشین ہوا، وہ کثر
شراب نوشی کے ساتھ سخت متعصب اور جمعیت یسوعیین کا حلقہ بگوش غلام تھا، اس بنا پر اسکا دور حکو
مسلمانون کے لئے اور بھی سخت تھا، تمام پادریون نے اسکو ترغیب دی، اور غالباً اسیکے حکم سے ایک
صوبجات قزان، اوفا، اور ینبرگ مین مسلمانون کی حالت کے معائنہ کے لئے روانہ کیا گیا تاک

تپہ لگاے کہ مسلمانون مین حکومت کے مقابلہ کی کسقدر طاقت ہے، وہ پلٹا تو اس نے ایک یادداشت
پیش کی، جسکا مضمون یہ تھا کہ روسی زبان کی تعلیم نہایت ضروری ہے، اور وہ بلا روک ٹوک مسلمانون
مین جاری کیجا سکتی ہے، اور اسکے ذریعہ سے تمام رعایا کو ایک قوم بنایا جاسکتا ہے؛

اسکے زمانہ مین تعلیم کے قدیم قوانین مین بہت کچھ تغیر وتبدل کیا گیا، اور رادلف نامی ایک
شخص انسپکٹر تعلیم مقرر ہوا، اس نے علماے قزان کے نام ایک اعلان جاری کیا، جسمین لکھا کہ اب
مکاتب ومدارس کی نگرانی سرکاری طور پر ہوگی، اور ان سے طلبہ کی تعداد، انکی عمر وغیرہ کے متعلق سوالات
کئے، یہ اعلان اگرچہ نہایت معتدل لہجہ مین شایع کیا گیا تھا، لیکن اس سے بھی مسلمانون مین بیچینی کے
آثار پیدا ہوے، اور انھون نے اس سرکاری مراقبہ کو سختی کے ساتھ نامنظور کردیا، اور سرکاری طور پر
عرضیان دین کہ جس طرح عیسائیون کے مذہبی مدارس صرف پادریون کی نگرانی مین ہین، اسی طرح
مسلمانون کے مذہبی مدارس کو بھی علما کی نگرانی مین رہنا چاہیئے، لیکن وزارت داخلیہ نے ان عرضیون کو
قطعاً نامنظور کیا، اور مفتی مرزا سلیم گراے سے خواہش کی کہ وہ روسی مسلمانون کو روسی زبان کے
سیکھنے پر اور انکے مدارس کو سرکاری نگرانی مین دینے پر اپنے اخلاقی اثر سے آمادہ کرین، لیکن انھون نے
معذوری ظاہر کی، اور لکھا کہ اس سے شورش برپا ہوگی، لیکن صوبہ اوفا مین یہ کوششین کسیقدر
ثابت ہوئین، اور باوجود مسلمانون کی ناراضی کے وہان کے مدارس مین روسی زبان جاری کیگئی
اور وہ سرکاری نگرانی مین آگئے،

صوبہ پنزا کا پہلا گورنر اگرچہ وہان کے روسی مدارس مین روسی زبان کی تعلیم جاری کرنے پر مصر تھا
اسکے بعد جو گورنر مقرر ہوا، اس نے ۱۸۸۳ء مین بادشاہ کے نام ایک یادداشت بھیجی جسمین لکھا کہ
تری مسلمان علمار کے اثر سے کسی طرح روسی زبان کی تعلیم پر آمادہ نہین ہوتے

صوبہ سمارا مین جب طلبار کا امتحان روسی زبان مین لیا گیا تو مفتی موصوف نے اعتراض کیا کہ

قانونی طور پر امتحان کا حق جمعیت شرعیہ اسلامیہ کو حاصل ہی، لیکن اسکا یہ جواب ملا کہ جمعیت شرعیہ کو

مذہبی امور کے امتحان کا حق حاصل ہے، روسی زبان کے امتحان سے اسکو کوئی تعلق نہین، یہ جو

مفتی مرزا سلیم گراے کے عہد مین ہوا، وہ اگرچہ کافی جرات و بیباکی کے ساتھ مسلمانون کے حقوق کی

نہ رکھ سکے، تاہم انھون نے بالکل سہل انگاری کے ساتھ انکو پامال بھی ہونے نہ دیا، لیکن ۱۸۸۵ء مین

انتقال ہوگیا، اور انکے انتقال کے بعد بہت سے علما اس عہدے کے امیدوار ہوے، لیکن اب اس

کسی عالم کا مقرر ہونا آسان کام نہ تھا، تمام حکام اور جمعیت میسینیر کے ارکان مین باہم خط و کتابت

ہوئی، اور انھون نے اس عہدہ پر ایسے شخص کو مقرر کرنا چاہا جو انکے ہاتھ مین ایک کٹھ پتلی ہو،

اس غرض سے ان لوگون نے بہت سی ریشہ دوانیان کین، اور ان ریشہ دوانیون کے بعد

سعادتلو محمد بن یار محمد شرف السلطانی کا تقرر ہوا، اور انھون نے ۱۸۸۶ء مین اپنے عہدہ کا چارج لیا

جب اپنی خدمات انجام دینا شروع کین تو حکومت سے درخواست کی کہ جو لوگ مذہبی خدمات کے لئے

ہوتے ہین، انکے امتحان کے طریقہ کو بدل دیا جاے، گورنر صمارنے وزارت داخلیہ سے اسکے متعلق مشورہ

وہان سے یہ جواب ملا کہ اگرچہ روسی زبان کی تعلیم ہمارا مقصود اصلی ہی تاہم اسکی اشاعت مین نہایت

احتیاط سے کام لینا چاہیے، اسوقت صرف یہ کیا جا سکتا ہی کہ جب دو آدمی کسی مذہبی خدمت کے ا

ہون تو صرف اسکو ترجیح دیجاے جو روسی زبان کا عالم ہو، اسکے بعد صوبہ صمارا مین سرکاری امتحان کا

جاتا رہا، اور بغیر روسی زبان کی تعلیم کے ائمہ کو امامت کی سند ملنے لگی،

اسکے بعد وزارت داخلیہ اور وزارت تعلیم مین خط و کتابت ہوئی، اور جو قوانین ۱۸۷۰ء مین

ہوے تھے، انکے جاری کرنیکا تہیہ کیا گیا، لیکن ان قوانین کے نفاذ سے پہلے حسب ذیل دفعات

بادشاہ سے اجازت لینے کی ضرورت محسوس ہوئی،

(۱) جو لوگ مذہبی خدمات کے لئے تیار ہون انکے لئے روسی زبان کی تعلیم لازمی قرار دیجاے اور انکو

مکاتب مین اسکی تعلیم دیجائے،

(۲) مسلمانون کے بڑے بڑے مکاتب مین روسی زبان کی تعلیم جاری کیجاے اور جو مدارس اسپر آمادہ نہون بند کردیئے جائین،

(۳) یہ قانون ایک سال کے بعد شہرون مین اور دو سال کے بعد دیہاتون مین نافذ کیا جاے،

اسی سال مفتی محمد یار کو سینٹ پیٹرسبرگ مین طلب کیا گیا، اور انھون نے اس سفر مین قزان کے بہت سے علما و اعیان کو اپنے ساتھ لینا چاہا، لیکن سب نے انکی رفاقت سے انکار کیا، اب وہ تنہا وزیر داخلیہ سے ملے اور کہا جاتا ہے کہ اس نے مدارس اسلامیہ مین روسی زبان کے داخل کرنے پر انکو راضی کر لیا، اور ان سے دستخط لیلی، مسلمانون مین یہ خبر شایع ہوئی تو سب نے ان پر لعن طعن کیا، اور انکے اس طرز عمل سے بیزاری ظاہر کی، لیکن اسکے بعد حکومت کی سختیان اور بڑھ گئین اور ۱۸۸۸ء مین حسب ذیل قانون بنایا گیا اور بادشاہ سے اسکی تصدیق کرائی گئی، اور جمعیت اسلامیہ کے ذریعہ سے مسلمانون مین اسکی اشاعت کیگئی،

(۱) جو شخص مکاتب اعدادیہ کے پہلے چار درجون کا یا قصبات و صوبجات کے مکاتب کا یا ان علوم کا جو تاتاری معلمین کے گھرون مین پڑھائے جاتے ہین، یا ان دار العلوم کا جو سررشتہ تعلیم کی نگرانی مین ہین امتحان پاس کرلے وہ جمعیتہ اسلامیہ کا ممبر ہو سکیگا،

(۲) بڑے بڑے مذہبی خدمات کے لئے، اور واعظین کے لئے اس امتحان کے سند کی ضرورت ہوگی جو بموجب پروگرام دار التعلیم کے لیا جائیگا،

(۳) جو لوگ دیہاتون مین امامت کے لئے تیار ہوتے ہین انکو روسی زبان کی تعلیم کی سند حاصل کرنا ہوگی،

مذہبی خدمات کے لئے امتحان و عطاے سند کا جو طریقہ اختیار کیا گیا اسکی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) ہر صوبہ اور ہر قصبہ مین ایک جماعت امتحان کے لئے مقرر کیجائیگی جو تین شخصون سے مرکب ہوگی، ان مین ایک رئیس، ایک روسی زبان کا استاد، اور ایک پادری ہوگا،

(۲) جس شخص کی عمر ۱۲ سال سے کم ہوگی وہ امتحان مین نہ لیا جائیگا،

(۳) جو شخص امتحان دینا چاہیگا اسکو انسپکٹر مدارس کی خدمت مین اپنے ہاتھ سے ایک عرضی دینا[illegible]
اور عرضی کے ساتھ محکمہ پولیس سے لیکر ایک سند بھی پیش کرنا ہوگی جسمین اسکا نام، نسب اور اسکا سن [illegible]
ہوگا، ایک اور سند اس مکتب کی پیش کرنا ہوگی جسمین اس نے روسی زبان کی تعلیم حاصل کی ہے،

(۴) جس شخص نے صوبون کے مکاتب کا نصاب پڑھا ہے یا دیہاتون کے مکاتب مین تعلیم پائی
اسکے لئے صرف زباندانی کافی نہین ہوگی بلکہ اصول املاء اور قواعد حروف ہجائیہ کا امتحان دینا ہوگا،

(۵) دفعہ (۱) و دفعہ (۲) مین جنلوگون کا تذکرہ ہے اگر وہ قرأت اور کتابت مین سے کسی ایک کا [illegible]
نہ دیسکینگے تو انکو دوسرے مین بھی امتحان دینے کا حق حاصل نہ ہوگا،

(۶) جو شخص امتحان دیگا اسکو روسی خط مین لکھنا لازمی ہوگا، اور اسمین اتنی لیاقت ہونی چاہیئے کہ ج[illegible]
پڑھا ہے اسکو لکھ سکے، کسی موضوع پر مضمون نگاری کر سکے، جو کچھ پڑھا ہے اسکو اچھی طرح سمجھ سکے، اور ا[illegible]
متعلق روسی گرامر کے قواعد سے واقف ہو،

(۷) دیہاتی مکاتب سے جو لوگ شریک امتحان ہونگے انکو بھی اسی طرح لکھنا اور سمجھنا لازمی ہوگا اور [illegible]
پڑھا ہے اسکے کسی عنوان پر مضمون نگاری کرنا ہوگی،

(۸) جو شخص روسی زبان اور روسی تحریر و کتابت کا امتحان دینا چاہیگا اسکو کسی بے پڑھی ہوئی کتا[illegible]
کوئی عبارت پڑھنا ہوگی، اور جو کچھ پڑھا ہے اسکو لکھنا پڑیگا، اور خط جلی مین لکھا ہوا کچھ پڑھنا پڑیگا اور ا[illegible]
و علائم سے واقف ہونا لازمی ہوگا،

(۹) جو شخص صرف روسی زبان کا امتحان دینا چاہیگا، اسکی نسبت جمعیت امتحان پورے طور پر [illegible]
کریگی کہ وہ روسی زبان جانتا ہے یا نہین،

(باقی)

خطابۃ العرب

(۱)

مولانا عبد السلام ندوی

اس زمانہ مین اگرچہ قومی مجالس کی کثرت نے ہر گنگ کو گویا، اور ہر الکن کو خطیب بنا دیا ہے، لیکن بہت کم لوگ ہین جو فن خطابت کے اصول و قواعد سے واقف ہین، غالبًا اردو مین ابتک اس موضوع پر کوئی کتاب نہین لکھی گئی، لیکن انگریزی مین اس موضوع پر بہت سی کتابین ہین جنمین سے ایک "آرٹ آف اسپیچ اینڈ آربیٹری" ہے جسکی مدد سے ہمارے فاضل دوست مولوی محبوب الرحمٰن کلیم بی۔اے نے ایک سلسلۂ مضامین لکھا ہے جو معارف مین شائع ہوچکا ہے، لیکن اس کتاب مین جو کچھ لکھا گیا ہے خطباے یورپ کی خطیبانہ خصوصیات کو پیش نظر رکھکے لکھا گیا ہے، اسلئے یہ سلسلۂ مضمون صرف خطباے یورپ کی آواز بازگشت ہوگا اور اس سے یہ معلوم نہ ہوسکیگا کہ اہل عرب کیا بولتے تھے؟ کیونکر بولتے تھے؟ کس طرح بولتے تھے؟ اسلئے اس مضمون مین صرف خطباے عرب کو منبر پر کھڑا کیا گیا ہے، اور انکی خطابت اور آربیٹری کی خصوصیات نمایان کیگئی ہین، ان دونون مضامین کے مطالعہ سے ناظرین معارف کو مغربی و مشرقی خطابت کے موازنہ کے ساتھ یہ معلوم ہوگا کہ اہل عرب کے خطبات کا عنصر صرف جاہلانہ جوش نہ تھا بلکہ وہ اسکے تمام اصول و قواعد سے واقف تھے،

دانت تقریر انسان کی ایک آواز ہے، آواز کا دارو مدار انسان کے آلات تکلم پر ہے، آلات و اسباب تکلم مین سے سب سے پہلے جس چیز پر بار بار نظر پڑتی ہے وہ دانت ہین، اسلئے اسمین کوئی شک نہین کہ تقریر مین دانت کی ساخت اور اسکی مختلف کیفیات کو بہت کچھ دخل ہے، زید بن جندب عرب کا ایک مشہور خطیب تھا، جسکے دانت زرد زرد تھے، اور ایک دانت عام لوگون سے زاید تھا، اہل ادب کا بیان ہے کہ اگر اسمین یہ دونون

عیب ہوتے تو وہ عرب کا سب سے بڑا خطیب ہوتا،

حضرت امیر معاویہ کے اگلے دانت گر پڑے تو انھوں نے تقریر کرنا چھوڑ دی، عبد الملک کے دانت ہلنے لگے تو اس نے انکو سونے کے تارون سے بندھوایا اور کہا کہ اگر منبر اور عورتین نہ ہوتین تو مین اُنکے ٹوٹ جانیکی کچھ پروا نہ کرتا" حضرت سہیل بن عمرو جو عرب کے مشہور خطیب تھے، اور اسلام لانے سے پہلے رسول اللہ کی مخالفت مین تقریر کیا کرتے تھے، انکے نیچے کے ہونٹ کٹے ہوئے تھے، وہ ایک غزوہ مین گرفتار ہوکر آئے تو حضرت عمرؓ نے رسول اللہ صلعم سے کہا کہ اِنکے نیچے کے دونون دانت اُکھڑوا لیجئے تاکہ انکی زبان مین لغزش پیدا ہو جائے، اور وہ آپکے خلاف تقریر نہ کر سکین، خلاد بن یزید الارقط جو عرب کا ایک مشہور خطیب تھا، لیکن اُسکے آگے کے دانت ٹوٹے ہوے تھے، اِسلئے جب وہ تقریر کرتا تھا تو ان دانتون کے جوف سے ایک نہایت بدنما آواز نکلتی تھی،

ایک موقع پر اس نے اور زید بن علی بن الحسین نے تقریرین کین، اہل ادب کا بیان ہی کہ دونون ہر حیثیت سے ایک ہی درجہ کی تھین، لیکن زید بن علی کو یہ تفوق حاصل تھا کہ انکی آواز مین یہ عیب نہ تھا لیکن اس قسم کے عیوب زیادہ تر اسوقت نمایان ہوتے ہین جب خطیب کے صرف چند دانت گر جاتے ہین، لیکن اگر کسی خطیب کے کل دانت گر جائین تو اس حالت مین حروف والفاظ زیادہ وضاحت کے ساتھ ادا ہوتے ہین اسکی وجہ یہ ہے کہ صحت تلفظ کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ زبان کی گردش خلا مین ہو بلکہ اسکو منھ کے اطراف مین کوئی ایسی چیز ملنی چاہیئے جسکے ساتھ اسکو مس، اتصال اور احتکاک ہو تمام دانت موجود رہتے ہین تو اس حالت مین زبان کا احتکاک دانتون سے ہوتا ہے، اور تمام دانت گر جاتے ہین تو سوڑے اُنکے قائم مقام ہو جاتے ہین، لیکن جب صرف چند دانت ٹوٹ جاتے ہین تو منھ کے بعض اطراف مین زبان کی حرکت صرف خالی فضا مین ہوتی ہے، دانت نہین ہوتے کہ زبان کا انکے ساتھ احتکاک ہو، اور جو دانت رہ گئے ہین وہ زبان کو ان ٹوٹے ہوے دانتون کے مسوڑے سے ملنے نہین دیتے

جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حروف والفاظ صحیح طور پر ادا نہین ہوتے،

مشاہدہ سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے، عرب مین بہت سے خطباء گذرے ہین جنکے دانت ٹوٹ گئے تھے لیکن وہ نہایت عمدہ تقریر کرتے تھے، اگر ایک کبوتر کے دونون بازو برابر برابر کاٹے جائین تو وہ اُس کبوتر سے زیادہ اُڑ سکتا ہے جسکے ایک بازو کے پر کاٹ لئے جائین اور دوسرا بازو چھوڑ دیا جائے،

زبان | تقریر پر دانت کی طرح زبان کی ساخت کا بھی بہت کچھ اثر پڑتا ہے، اہل ادب کا بیان ہی کہ جن جانورون کی زبان لمبی چوڑی ہوتی ہے وہ زیادہ فصیح ہوتے ہین، طوطے وغیرہ کی فصاحت کا یہی راز ہے انسانون کا بھی یہی حال ہے، جس خطیب کی زبان جسقدر طویل وعریض ہوگی اُسیقدر وہ بولنے والا ہوگا، عرب کے بعض خطباء کی زبان اسقدر بڑی تھی کہ ناک کے نتھنون تک پہنچ جاتی تھی، اخطل کی تعریف مین ایک شخص نے کہا کہ "اسکی زبان گویا بیل کی زبان ہے" ایک بدو ایک شخص کی زبان کی تعریف مین کہتا ہے کہ وہ اونٹنی کی دم کی طرح حرکت کرتی ہے اور سانپ کی طرح چلتی ہے" ایک بدو دوسرے شخص کی زبان کی مدح مین کہتا ہے کہ "گویا اسکی زبان ایک کوڑا ہے" زبان کا سب سے بڑا عیب یہ ہے کہ اس سے بعض حروف ادا نہو سکین، ابو رمادہ کی بی بی الثغ تھی یعنی اس سے بعض حروف ادا نہین ہوتے تھے ابو رمادہ کو یہ عیب معلوم ہوا تو فوراً اسکو طلاق دیدی اور کہا کہ "اس سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ بھی الثغ ہوگا،

واصل بن عطاء کی زبان سے (ر) نہین ادا ہو سکتا تھا، لیکن اس نے اپنی قادر الکلامی سے اسکی تلافی کر لی تھی اور جب تقریر کرتا تھا تو اس قسم کے الفاظ ہی نہین استعمال کرتا تھا جنمین یہ حرف آئے،

آواز | تقریر کے لئے بلند آواز نہایت ضروری چیز ہے، یہی وجہ ہے کہ اہل عرب بلند آواز خطیب کی مدح، اور پست آواز خطیب کی ہجو کرتے تھے، کسی نے ایک بدو سے پوچھا کہ حُسن کیا چیز ہے؟ بولا المباقد، بڑا سر، چوڑا منھ، اور بلند آواز،

ایک شاعر ایک خطیب کی ہجو مین کہتا ہے،

ومن عجب الایام ان قمت ناطقا   وانت ضئیل الصوت منتفخ السحر

یہ نہایت عجیب بات ہے کہ تو بولنے کھڑا ہوا ہے حالانکہ تیری آواز پست ہے اور تیرا دم چڑھنے لگتا ہے

خطیب کے لئے قوت جسمانی کی ضرورت زیادہ تر اسلئے ہوتی ہے کہ قوی الجثہ خطیبون کی آواز بلند ہوتی ہے، اور اسکی ہمواری مین کبھی فرق نہین آتا، ایک غریب کا بیٹا مر گیا جسکا اسکو سخت صدمہ ہوا کسی نے پوچھا کہ اسمین کیا کیا خوبیان تہین؟ بولا اسکا منھ چوڑا تھا، قد لمبا تھا، تقریر کرنیکی حالت مین اسکے منھ سے نہین نکلتا تھا، اسکا گلا گویا ایک ستون تھا، اسکے شانے اونٹ کے سینہ کے مشابہ تھے۔

جن لوگون کے منھ چوڑے ہوتے ہین، انکی آواز بلند ہوتی ہے، اسلئے اہل عرب انکی مدح کرتے تھے ایکبار حضرت امیر معاویہ کے سامنے بہت سے خطبا نے تقریر کی تو اخیر مین فخریہ لہجہ مین بولے کہ اب چوڑے منھ والے خطیب کی باری آئی"۔ اسکے بعد یزید سے کہا کہ "اٹھو اور بولو" لیکن جن لوگون کے منھ تنگ ہوتے ہین انکی آواز مین بلندی نہین پائی جاتی اسلئے اہل عرب اسکو عیب سمجھتے تھے، ایک شاعر ایک قبیلہ کی ہجو مین کہتا ہے،

معا اللہ افواہ الدبی من قبیلۃ   ....

خدا اس قبیلہ کی منھ پر لعنت کرے جو ٹڈی کے منھ کی طرح ہین

عصا

اہل عرب تقریر کے وقت عموماً ہاتھ مین عصا، تلوار، کمان، نیزہ اور کوڑا وغیرہ لیکر کھڑے ہوتے تھے اور موقع بموقع اُنسے اشارے کرتے جاتے تھے، بعض لوگون کا خیال ہے کہ اہل عرب عموماً اونٹ چرایا کرتے تھے جسکے لئے ڈنڈا لازمی چیز تھا، عموماً خانہ بدوش پھرتے رہتے تھے، اسلئے لازمی طور پر عصا انکا رفیق سفر ہوتا تھا اکثر لڑا جھگڑا کرتے تھے، اسلئے تلوار، کمان اور نیزہ سے چارہ نہ تھا، رفتہ رفتہ یہ تمام چیزین انکی زندگی کا لازمی جزو ہو گئین، جو کسی حالت مین اُنسے جدا نہین ہو سکتی تہین، خطبہ کی حالت مین ان تمام چیزون کا استعمال انکی اسی بدویانہ زندگی کی یادگار رہے، ورنہ خطبہ مین یہ تمام چیزین غیر ضروری بلکہ مضر ہین،

فرقہ شعوبیہ نے جو عرب کی ہر چیز کو مخالفانہ نگاہ سے دیکھتا ہے، ان چیزون کو خاص طور پر قابل اعتراض قرار دیا ہے، وہ کہتا ہے کہ چھڑی کھٹکھٹانے کے لئے، نیزہ کوچنے کے لئے، ڈنڈا لڑنے کے لئے، اور کمان تیر پھینکنے کے لئے بنائی گئی ہے، ان مین اور تقریر مین کسی قسم کا ربط و علاقہ نہین، ان تمام چیزون سے ذہانت مین کوئی تیزی نہین پیدا ہوتی، الفاظ کے خزانہ مین کوئی اضافہ نہین ہوتا بلکہ یہ تمام چیزین ذہن کو اور پریشان کرتی ہین، گویون کا بیان ہے کہ "جو مغنی گانیکے ساتھ بجاتا بھی جاتا ہے وہ اس گویئے کا مقابلہ نہین کر سکتا جو صرف گاتا ہے اور بجاتا نہین" یہ تمام چیزین صرف وحشیانہ زندگی کے لئے موزون ہین، ایرانی، یونانی، ہندی، یہانتک کہ حبشیون مین بھی خطابت پائی جاتی ہے، لیکن ان مین کسی قوم نے ان چیزون کا استعمال نہین کیا، لیکن درحقیقت یہ انکی غلطی ہے، انسان جو کام کرتا ہے اسمین جوش و مستعدی پیدا کرنیکے لئے یہ ضروری ہے کہ اسکو خود محسوس ہو کہ وہ اس کام کے لئے ہمہ تن تیار ہے، سپاہی ہتیار سجکر نکلتا ہے تو اسکو محسوس ہوتا ہے کہ وہ لڑنیکے لئے نکلا ہے، مصنف ہاتھ مین قلم لیتا ہے تو اسکو معلوم ہوتا ہے کہ وہ لکھنے بیٹھا ہے اسی طرح جب خطیب عصا لیکر مجمع مین کھڑا ہوتا ہے تو خود اسکو محسوس ہوتا ہے کہ وہ تقریر کرنیکے لئے کھڑا ہوا ہے، اور یہ احساس اسمین تقریر کرنیکا مستعدانہ جوش پیدا کر دیتا ہے،

انسان کی حالت یہ ہے کہ اسکے اعضا و جوارح مین جسقدر اضافہ ہوتا ہے اسیقدر اسکے رعب وداب، شان و شوکت، اور اثر و اقتدار مین ترقی ہوتی ہے، یہی وجہ ہے کہ لوگ عمامے کا شملہ لٹکاتے ہین قدیم زمانہ مین قضاۃ لمبی ٹوپی پہنتے تھے اور خلفا ان ٹوپیون پر عمامہ باندھتے تھے، لڑائیون مین مختلف رنگ کے جھنڈون سے اسی شان و شوکت کا اظہار کیا جاتا ہے، خطیب بھی جب ہاتھ مین عصا وغیرہ لیکر کھڑا ہوتا ہے اور اسکے ذریعہ سے اشارے کرتا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ہاتھ مین ایک اور ہاتھ جوڑ دیا گیا ہے، اور اسکے اشارہ مین ایک اور چیز کا اشارہ شامل ہو گیا ہے، اسلئے اسکی تقریر مین اور بھی اثر پیدا ہو جاتا ہے ایک عربی شاعر کہتا ہے،

یصیبون فصل القول فی کل خطبة اذا وصلوا ایمانهم بالمخاصر

وہ ہر خطبے مین تو وصل کیتے ہین جبکہ اپنے ہاتھون مین عصا کو بھی شامل کر لیتے ہین،

مغنی گانے کی حالت مین لکڑی اسلئے بجاتے ہین کہ اس سے راگ کی تقطیع، اوزان اور آثار چڑہاؤ کا اظہار ہوتا ہے، خطبہ مین بھی یہ سب باتین پائی جاتی ہین اسلئے خطیب عصا کے بغیر اپنی تقریر کے مختلف مدارج کا اظہار نہین کرسکتا، عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا کہ "اگر مین ہاتھ سے چھڑی پھینک دون تو میرا آدھا کلام ضایع ہوجاے"، ایکبار امیر معاویہؓ نے سحبان وائل سے برجستہ تقریر کی فرمائش کی تو وہ چپکا کھڑا رہا، لوگون نے اسکو ایک عصا دیا جسکو اس نے ہاتھ مین لیا تو پسند نہ آیا، بالآخر خود اپنا عصا منگوا کر تقریر کی،

منبر خطیب کو ایسے مقام پر کھڑا ہونا چاہیئے کہ وہ تمام لوگون سے ممتاز نظر آے، اگر خطیب کو یہ احساس ہوا کہ وہ درجہ مین حاضرین کے برابر یا اُنسے کم ہے تو اسکی تقریر مین زور نہین پیدا ہوسکتا، حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے نکاح کا خطبہ بن نہین آتا، کسی نے ابن مقفع سے اسکی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ "نکاح کے خطبہ مین ہر شخص خطیب کو اپنا ہمسر نظر آتا ہے، لیکن جب وہ عام خطبون مین منبر پر چڑھ جاتا ہے تو تمام لوگ اسکو محکوم نظر آتے ہین"، یہی وجہ ہے کہ اہل عرب اونٹ پر سوار ہوکر خطبہ دیتے تھے، قس بن ساعدہ بازار عکاظ مین اونٹ پر سوار ہوکر خطبہ دیا کرتا تھا، اور رسول اللہ صلعم نے بھی حجة الوداع مین اونٹ ہی پر خطبہ دیا تھا،

اشارہ اثناے تقریر مین خطیب بعض اوقات ہاتھون سے اشارہ کرتا ہے، چشم و ابرو کو گردش دیتا ہے، شانہ و سر کو ہلاتا ہے، جس سے تقریر کا زور و اثر بڑہجاتا ہے، لیکن بعض لوگون کا خیال ہے کہ یہ تمام چیزین خطیب کی کمزوری پر دلالت کرتی ہین، یعنی جب وہ اپنے مافی الضمیر کو صرف زبان سے ظاہر نہین کرسکتا تو ان حرکات و اشارات سے اس کمی کو پورا کرنا چاہتا ہے، خطباے عرب مین ابوشمر کا یہی خیال تھا، اسلئے وہ حالت تقریر مین اپنے جسم کو حرکت نہین دیتا تھا، لیکن درحقیقت یہ اسکی غلطی تھی جسکو اسکی مریدین کی خوش اعتقادی نے پیدا کیا تھا،

مریدین و معتقدین جو خطیب کی ہر بات کو اسکی ذاتی عظمت و وقار کی بنا پر بلے چون و چرا تسلیم کرلیتے ہین انکے مجمع مین بے شبہہ اس غیر متحرک طرز خطابت سے کام چل جاتا ہے، لیکن مخالفین کے مجمع مین صرف مقرر کی وجاہت اور معمولی طریقۂ خطاب کام نہین دیسکتا، انکے لئے تقریر کو ہر ممکن طریقہ سے پرزور اور موثر بنانا ہوتا ہے، اسلئے چشم و ابرو کی جنبش، ہاتھ کا اشارہ، شانہ و سر کی حرکت جب تقریر کے اجزا مین شامل ہوجاتی ہین تو کلام کے زور مین غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے، چنانچہ خود ابوشمر کو جب ایک موقع پر ابراہیم بن سیار النظام سے مخالفانہ گفتگو کرنا پڑی تو خود بخود اسکے ہاتھ پاؤن مین حرکت پیدا ہوگئی، اور یہ ثابت ہوگیا کہ زور کلام کے لئے اشارات و حرکات کوئی مصنوعی چیز نہین بلکہ بالکل قدرتی ہین،

اشارات و حرکات سے تقریر مین مختلف حیثیتون سے زور و اثر پیدا ہوتا ہے، عموماً ان حالتون مین خطیب کے اعضا مین ایسی لچک پیدا ہوجاتی ہے جو حاضرین کے دلون کو اسکی طرف کھینچتی ہے، بعض اوقات حاضرین کی تعداد اسقدر زیادہ ہوتی ہے کہ سب کے کانون تک خطیب کی آواز نہین پہنچ سکتی، اس حالت مین صرف اشارہ ہی آواز کا قائم مقام ہوسکتا ہے، اور خطیب کے مقصد سے پورے مجمع کو آشنا کرسکتا ہے بعض صورتون مین خطیب مجمع کو دہمکی دینا چاہتا ہے، اس حالت مین اگر اسکی ہیبت انداز آواز مین تلوار کوڑا یا عصا کا اشارہ شامل ہوتا ہے تو لوگ کانپ اُٹھتے ہین،

حضرت امیر معاویہؓ نے جب یزید کے ہاتھ پر بیعت لینا چاہی تو ایک مقرر نے انکی تائید مین تقریر کی اور انکی طرف اشارہ کرکے مجمع سے خطاب کیا کہ "امیر المومنین یہ ہین"، پھر یزید کی طرف اشارہ کرکے کہا کہ "اگر تم لوگ انکو نہین مانتے تو امیر المومنین یہ ہین"، پھر اپنی تلوار کو جنبش دیکر کہا کہ "اگر انکو بھی نہین مانتے تو امیر المومنین یہ میری تلوار ہے"، امیر معاویہ فوراً بول اُٹھے کہ "تم عرب کے سب سے بڑے خطیب ہو"،

خطبہ کھڑے ہوکر دینا چاہیئے،

زبان ایک، لب ولہجہ ایک، طرز بیان ایک، لیکن یہ عجیب بات ہے کہ بااین ہمہ اگر ایک خطیب بیٹھکر خطبہ دے تو اسکی تقریر مین وہ زور نہین پیدا ہوتا جو کھڑے ہوکر تقریر مین پیدا ہوسکتا ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے سوا جنکی نسبت اہل ادب کا بیان ہے کہ وہ ہرحالت مین یکسان طور پر خطبہ دیتے تھے، تمام مقررین پر اس اختلاف وضع کا اثر پڑتا تھا، معبد بن طوق عنبری عرب کا ایک مشہور خطیب تھا وہ ایکبار کسی بادشاہ کے یہان گیا اور کھڑے ہوکر نہایت عمدہ تقریر کی، لیکن جب بیٹھکر بولنا پڑا تو بہکی بہکی باتین کرنے لگا، بادشاہ نے اسکی وجہ پوچھی تو بولا کہ "جب مین کھڑا ہوتا ہون تو بیناہوجاتا ہون اور جب بیٹھ جاتا ہون تو بوڑہا ہوجاتا ہون"،

نکاح کے سوا تمام خطباے عرب کھڑے ہوکر خطبہ دیتے تھے، حضرت عمرؓ کہا کرتے تھے کہ مجھے نکاح کا خطبہ بن نہین آتا"، معلوم نہین اسکا اصلی سبب کیا ہے؟ لیکن ابن مقفع سے کسی نے اسکی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ نکاح کے خطبہ مین خطیب اور سامعین جب آس پاس بیٹھتے ہین، ایک کا منہ دوسرے کے سامنے اور ایک کی نگاہ دوسرے کی نگاہ کے مقابل ہوتی ہے تو خطیب پر اسکا اچھا اثر نہین پڑتا،

اعتماد علی النفس

تقریر کی زور، روانی، اور بلندی کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ خطیب کو اپنے اوپر کامل اعتماد ہو، اگر اس نے ذرہ برابر بھی اپنی کمزوری محسوس کی تو اسکی زبان مین لغزش آجائیگی، کلام کی روانی مین فرق پیدا ہوجائیگا، اور خطبہ کا تمام زور فنا ہوجائیگا، اس بنا پر صرف دو شخص خطیب ہوسکتے ہین، ایک تو جاہل جو اپنی جہالت کی وجہ سے نہ اپنی کمزوری کا احساس کرتا، نہ کسی چیز کی پروا کرتا، بلکہ اسکے منہ مین جو کچھ آتا ہے بکتا چلا جاتا ہے، دوسرا عالم جسکو اپنی معلومات اور اپنی قدرت بیان پر پورا اعتماد ہوتا ہے اور یہ اعتماد اسکو خطابت کی تمام کمزوریون سے محفوظ رکھتا ہے، عجب وغرور بری چیز ہین، لیکن وہ خطیب کو زیب دیتی ہین، لوگون نے ایاس سے کہا کہ "تم مین صرف یہ عیب ہے کہ اپنے خطبے پر بہت ناز کرتے ہو" اس نے کہا میری تقریر تم کو پسند ہے یا نہین؟ لوگون نے کہا کیون نہین؟ بولا تو مین خود اسکو کیون نہ پسند کرون؟

جوش

زبردستی سے تو ہر شخص تھوڑا بہت بول لیتا ہے، لیکن اصلی تقریر وہ ہے جسکا محرک جوش ہو، ایکبار حضرت امیر معاویہؓ نے صحار ابن عیاش عبدی سے پوچھا کہ تم مین یہ بلاغت کیونکر پیدا ہوئی؟ بولا شیٔ تجیش بہ صدورنا فتقذفہ علی السنتنا وہ ایک چیز ہے جسکو ہمارے سینے کا جوش ہماری زبان پر پہینکدیتا ہے

نیک نیتی

تقریر پر سب سے زیادہ اثر خطیب کی نیک نیتی کا پڑتا ہے، ایک مقرر کتنا ہی فصیح اللسان ہو، لیکن اگر سامعین کو معلوم ہوجاے کہ وہ جس موضوع پر تقریر کر رہا ہے، اس سے خود متاثر نہین اور لوگون کو اسپر عمل کرنیکی ترغیب دیتا ہے لیکن خود اسپر عمل نہین کرتا تو مجمع پر اسکی تقریر کا کوئی اثر نہین پڑ سکتا، عامر بن عبدالقیس کا قول ہے کہ "جو بات دل سے نکلتی ہے وہ دل مین گھر کرلیتی ہے، اور جو بات زبان سے نکلتی ہے وہ کانون سے آگے نہین بڑھتی"۔

ایکبار حضرت امام حسنؓ نے ایک وعظ سنا جسکا انکے دل پر کچھ اثر نہین پڑا، واعظ سے بولے کہ "یا تو تمہارے دل مین مرض ہے یا میرے دل مین"،

(باقی)

اخبار و سیر

ابو الفدا کے حالات خود ابو الفدا سے

(۳)

از جناب مولوی محمد سعید صاحب انصاری رفیق دار المصنفین

فضل و کمال — ابو الفدا علمی قابلیت کے لحاظ سے عموماً تمام شاہان اسلام سے افضل مانا گیا ہے، علامہ ابن [illegible] لکھتے ہین،[1]

ولقد رأیت جماعة من ذوی الفضل	مین نے علما کی ایک جماعت کو دیکھا ہے جنکا خیال [illegible]
یزعمون انه لیس فی الملوک بعد	بادشاہون مین مامون کے بعد اس (ابو الفدا) سے
المامون افضل منه رحمه الله تعالے	کوئی عالم نہین گذرا،

یہی بزرگ لکھتے ہین،[2]

وکان سخیا محبا للعلم والعلماء متقنا	وہ سخی اور علم دوست تھا، علما سے محبت کرتا تھا، ماہر [illegible]
یعرف علوما	اور بہت سے علوم جانتا تھا،

فوات الوفیات کے مصنف کا قول ہے،

وکان الملک المؤید فی مکاده و فضیلة تامة	الملک المؤید (ابو الفدا) فقہ، طب، حکمت وغیرہ مین بڑ[illegible]
من فقه وطب وحکمة وغیر ذلک واجود	درک رکھتا تھا، اور اسکو علم ہیئت نہایت بہتر آتا تھا کیو[illegible]
ما کان یعرفه علم الهیئة لانه اتقنه	اس نے اس فن مین مہارت پیدا کی تھی،

[1] صفحہ ۱۰۲، [2] ایضاً،

ابو الفدا کو اقلیدس سے جو شغف تھا اسکا اندازہ اس سے ہو سکتا ہی کہ پڑھنے کے بعد بھی مدتون وہ [illegible] مشکلون کے حل کرنے مین مصروف رہتا، اور جب کوئی مشکل حل ہو جاتی تو اسکو علامہ جمال الدین محمد بن سالم [illegible]ل کے سامنے (جو حماة کے قاضی القضاة تھے اور اپنے زمانہ مین منطق، ہندسہ، اصول دین، فقہ، ہیئت [illegible] تاریخ کے بے نظیر عالم سمجھے جاتے تھے) پیش کرتا اور انسے استفادہ کرتا تھا،[1]

عروض مین بھی دخل تھا، علامہ جمال الدین مذکور نے ابن حاجب کے منظوم عروض کی ایک شرح لکھی تھی [ابو] الفدا کو وہ بہت پسند آئی، اسلئے اسکو انسے سبقاً سبقاً پڑھا،[2]

اسماء الرجال کا اتنا شوق تھا کہ کتاب الاغانی مین جن لوگون کے حالات مذکور ہین انکے نامون کی [ا]س نے امام جمال الدین سے صحت کی تھی،[3]

طب مین پوری واقفیت رکھتا تھا، ۶۹۶ھ مین الملک المظفر صاحب حماة بیمار ہوا تو چونکہ وہ سفر مین تھا [طب]یب کو ساتھ نہین لیگیا تھا، اسلئے ابو الفدا نے خود اسکا علاج کیا اور شفا ہوئی،[4]

ابو الفدا شعر بھی کہتا تھا، اسکے چند اشعار یہ ہین،

کم دم حللت وما ندمت	تفعل ما تشتهی فلا ندمت
اسقدر جانین حلال کرکے بھی تم نادم نہوئے!	خیر جو چاہو کرو، کیونکہ یہ سب بیکار نہ جائیگا
لو امکن الشمس عند رؤیتها	لثم مواطئ اقدامها لثمت

اگر تم سے یہ ممکن ہو کہ آفتاب کے پیرون کو زخمی کرسکو تو تم اس سے بھی باز نہین آسکتے،

اوقعنی العمر فی لعل وهل	یا ویح من عمره مضی بلعل

مجھکو عمر نے "شاید" اور "کیا" مین پھنسا دیا، جس شخص کی عمر "شاید" مین صرف ہو وہ کسقدر قابل افسوس ہے

والشیب وافی وعنده نزلا	وفر منه الشباب وارتحلا

[1] صفحہ ۳۶، [2] ایضاً، [3] ایضاً، [4] صفحہ ۴۰،

بڑہاپا آپہنچا اور اسکے پاس اُتر پڑا　　　اور جوانی اس سے کوچ کر گئی،

ماوقع الشیب الا آتے　　　اذا حل لا علے مرضاتے

آنے والا بڑہاپا اگر میری مرضی کے بغیر اُترے تو وہ بڑا بے حیا ہے،

ابوالفدا کی تاریخ دانی اور ادب سے یہان بحث کرنا بالکل بیکار ہے، تصنیفات کے عنوان مین اُن
تاریخون کا تذکرہ آئیگا، اور وہین اُنکی خصوصیات سے بحث بھی کیجائیگی، ادب کے متعلق گفتگو اسلئے عبث
اسکی عربی انشاپردازی کی سطح خود نہایت بلند اور ہموار ہے، پھر اسمین پست و بلند کی تفریق کیونکر ہو سکتی ہے

تصنیفات | ابوالفدا مادی دولت و ثروت کی طرح علمی دولت و ثروت سے بھی مالامال تھا، اس نے سلطنت
شاغل، افکار کے ہجوم، اور سازشون کی کثرت کے باوجود متعدد کتابین تصنیف کی ہین، افسوس ہے کہ
تمام کتابون مین سے صرف بعض کے نام تاریخ ابوالفدا مین مذکور ہین، اور باقی کتابون کا اس سے پتہ نہین
اسلئے ہم مجبوراً دوسری کتابون کے مدد سے اُنکے حالات لکھتے ہین،

ابوالفدا کی تصنیفات حسب ذیل ہین،

تقویم البلدان، یہ ابوالفدا کی جغرافی تصنیف ہے، اور نہایت معرکہ کی کتاب ہے، اس سے قبل
فن جغرافیہ پر جو کتابین لکھی گئین ان مین جامعیت موجود نہ تھی، مثلاً ابن حوقل کے جغرافیہ مین شہرون کے حالات
نہایت تفصیل سے ملتے ہین، لیکن اس سے کسی شہر کا صحیح تلفظ نہین معلوم ہو سکتا، کیونکہ مصنف نے ضبط اسما
لحاظ نہین رکھا، نیز کسی مقام کا طول و عرض بھی اسمین درج نہین ہے، اس بنا پر اسکا جغرافیہ پڑھ لینے کے بعد
تکو کسی جگہ کا نام اور جائے وقوع صحیح طور نہین معلوم ہو سکتی، شریف ادریسی اور ابن خرداذبہ کے جغرافیون کا بھی
یہی حال ہے، بخلاف اسکے جن کتابون مین ضبط اسمار کا خیال رکھا گیا ہے، مثلاً سمعانی کی کتاب الانساب
یاقوت کی مشترک، موصلی کی مزیل الارتیاب، اور کتاب الفیصل انمین صرف نامون کی تحقیق اور ضبط سے بحث
شہرون کے طول و عرض سے کچھ بحث نہین، شہرون کے طول و عرض پر زیچ وغیرہ کی جو کتابین لکھی گئین انمین

تصحیح اسمار اور مقامات کا سرے سے کوئی بندوبست نہ تھا،

ابوالفدا نے اس کتاب مین ان تمام باتون کا لحاظ رکھا ہے، اور اسکو ابن جزلہ کی تقویم الابدان کے طرز پر
لکھا ہے، یعنی ایک صفحہ مین مختلف عنوانون کی جدولین قائم کی ہین، اور ان مین ایک ایک شہر کو لیکر اسکے حالات
کی خانہ پری کی ہے، ابتدا مین ایک مقدمہ لگایا ہے جسمین زمین کی نسبت بعض ضروری بحثین کی ہین پھر مشہور
اقلیمون کا تذکرہ، اور بحار کے متعلق گفتگو ہے، اسکے بعد کتاب شروع ہوتی ہے، جسمین ۲۳ شہرون کا اقلیمون کی
ترتیب سے ذکر آیا ہے،

کتاب کے متعلق ابوالفدا لکھتا ہے، "کہ جو کچھ کتب مذکورہ (یعنی ابن حوقل وغیرہ) مین متفرق طور پر تھا
اسکو اسمین مجتمع کر دیا گیا ہے، تاہم یہ دعوی نہین کیا جا سکتا کہ اسمین دنیا کے تمام یا اکثر شہرون کے حالات
موجود ہین، کیونکہ یہ بالکل ناممکن چیز ہے، اس فن (جغرافیہ) مین جسقدر کتابین لکھی گئین، ان مین دنیا کے
بہت چھوٹے حصے سے بحث کیگئی ہے، چین مین کثرت سے شہر موجود ہین، لیکن ہمکو انکے حالات بہت کم معلوم
ہین اور وہ بھی بالکل غیر محقق اور سطحی، ہندوستان، بلغار، چرکس، روس، سربیا، اولق اور بلاد فرنگ
جو خلیج قسطنطینہ سے مغربی بحر اعظم تک پھیلے ہوے ہین، اور سب کے سب نہایت وسیع ممالک ہین، لیکن
باین ہمہ انکے شہرون کے حالات اور نام ہمسے مخفی ہین، جنوبی سوڈان مین مختلف قومین بستی ہین، مثلاً
حبش، زنج، نوبہ، تکرور، زیلع، وغیرہ لیکن انکی خبرین شاذ و نادر ہمکو معلوم ہین، اور اسکی وجہ یہ ہے کہ
اس فن پر جو کتابین لکھی گئی ہین انکا تعلق زیادہ تر بلاد اسلامیہ سے ہے، اور اسمین بھی احصار اور استقصا
مقصود نہین بلکہ صرف اسقدر کہ کسی چیز کا ایک حد تک جان لینا اسکے بالکل نہ جاننے سے بہتر ہے،

یہ کتاب اپنی جامعیت کے وجہ سے بیحد مقبول ہوئی، مولے محمد بن علی عرف سپاہی زادہ المتوفی
۹۹۷ھ نے اسکو کسیقدر اضافہ کے ساتھ حروف تہجی پر مرتب کیا، اور اسکا نام "اوضح المسالک الی
معرفۃ البلدان والممالک" رکھکر سلطان مراد خان ثالث والئی روم کی خدمت مین پیش کیا، اسکے بعد

اسکو مختصر کرکے ترکی مین ترجمہ کیا، اور یہ ترجمہ وزیر محمد پاشا کے نذر کیا،

یہ کتاب یورپ مین چھپ گئی ہے، پروفیسر رناؤ (Renaud) المتوفی ۱۸۶۷ء نے

نہایت اہتمام سے شائع کیا، اور اسکا فرانسیسی زبان مین ترجمہ بھی کیا،

کتاب الکناش[2]: صاحب فوات الوفیات لکھتے ہین،

مجلدات کثیرۃ — اسکی بہت سی جلدین ہین،

ملا کاتب چلپی نے کشف الظنون مین کناش نامی ایک کتاب کا ذکر کیا ہے، اور لکھا ہے کہ

متعدد کتابین ہین جمین پہلی کتاب نحو پر تھی، یہ تمام مجموعہ شعبان ۷۲۶ھ مین تمام ہوا، اور اسکے

ہمکو نام نہین معلوم" چونکہ فوات الوفیات اور کشف الظنون کا بیان قریب ملتا ہوا ہے، نیز

تحریر بھی خود ابوالفدا کے زمانہ کا ہے اسلئے کوئی تعجب نہین کہ کشف الظنون مین جس کناش کا ذکر

وہ ابوالفدا ہی کی کتاب الکناش ہو،

نظم حاوی[3]: حاوی صغیر فقہ شافعی مین نہایت معتبر اور مستند کتاب ہے، اور علامہ نجم الدین

قزوینی المتوفی ۶۶۵ھ کی تصنیف ہے، اسکی کثرت سے شرحین لکھی گئی ہین، اور بہت سے لوگون

اسکو نظم بھی کردیا ہے، انہین مین ابوالفدا کی یہ نظم بھی ہے، یہ نظم اس درجہ کی تھی کہ قاضی شرف

ہبۃ اللہ حموی المتوفی ۷۳۸ھ نے اسکی شرح لکھی،

کتاب الموازین[4]: مختصر اور بہتر کتاب ہے،

المختصر فی اخبار البشر[5]: دو جلدون مین ہے، اور تاریخ ابوالفدا کے نام سے تمام دنیا مین

اس کتاب مین قدیم قومون کا نہایت اختصار سے تذکرہ کیا ہے، اسکے بعد اسلامی عہد کا ذکر ہے

سنہ وار مرتب ہے، اور ۷۲۹ھ تک کے حالات درج ہین، قدیم قومون کے حالات ایک مقدمہ اور

فصلون پر منقسم ہین، مقدمہ مین تین چیزون کو بیان کیا ہے، اول یہ کہ تاریخ قدیم مین مورخین بحد

اور اسکا سبب خود انکے ماخذ کا اختلاف ہے، دوسرے یہ کہ توراۃ کے تینون نسخون (سامری، عبری،

یونانی) مین تاریخ عالم کے متعلق کس قسم کا اختلاف ہے؟، تیسرے ایک جدول بنایا ہے جس سے دنیا کے

تمام مشہور واقعات مثلاً ہبوط آدم علیہ السلام، طوفان نوح علیہ السلام، ولادت حضرت ابراہیم علیہ السلام،

وفات حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہجرت نبوی کے درمیان کا زمانہ معلوم ہوتا ہے، یہ نہایت ضروری

اور کارآمد جدول ہے،

پہلی فصل مین انبیاء علیہم السلام اور حکام بنی اسرائیل کا ذکر ہے، دوسرے مین شاہان فارس کا

بیان ہے، تیسری مین فراعنہ مصر، ملوک یونان اور قیصران روم کا تذکرہ ہے، چوتھی مین شاہان عرب،

اور پانچوین مین دنیا کی اور قومون کے حالات ہین،

اس کتاب کی تدوین و ترتیب مین مصنف نے جو محنت کی ہے اور جس مقصد سے اسکو لکھا ہے

اسکو خود اسی کے زبان سے سنو، کہتا ہے،

" میرا ارادہ ہوا کہ اس کتاب مین تاریخ قدیم اور تاریخ اسلام کا اس حد تک تذکرہ کردون جو مجھکو طویل

وضخیم کتابون سے بے نیاز کردے، چنانچہ اسکے لئے مین نے حسب ذیل کتابین اختیار کین، اور ان سے مین نے

اسکو مختصر کرکے لکھا،

کامل ابن اثیر[1]: اسمین ابتدائے دنیا سے ۶۲۸ھ تک کے حالات ہین، اور تقریباً ۱۲ جلدون مین ہے،

تجارب الامم ابن مسکویہ[2]، تاریخ ابوعیسی المنجم[3]، یہ مختصر کتاب ہے لیکن تاریخ قدیم پر ہے، تاریخ مظفری حموی[4]،

یہ چھ جلدون مین ہے اور صرف مذہب اسلام کے ساتھ مخصوص ہے، ابن خلکان[5]: تقریباً ۴ جلدون مین ہے،

تاریخ ابن عمارہ[6]: چھوٹی کتاب ہے، تاریخ قیروان صنہاجی[7]، تاریخ الدول المنقطعہ ابن ابی منصور[8]، تقریباً

چار جلدون مین ہے، تاریخ علی بن موسیٰ اندلسی[9]: دو جلدون مین ہے، اور اسکا نام لذۃ الاحلام ہے،

نیز اسکی دوسری کتاب المغرب[10]، تقریباً پندرہ جلدون مین ہے، مفرج الکروب[11]، قاضی جمال الدین،

ایوبی خاندان کی تاریخ ہے اور تین جلدون مین ہے "تاریخ حمزہ اصفہانی"[12] چھوٹی کتاب ہی "تاریخ خلاط"[13]

شرف انصاری، "تورات باب قضاۃ بنی اسرائیل"[14]، و "سلاطین"[15]"

اس محنت کو دنیانے کس نظر سے دیکھا؟ اسکا اندازہ اس قول سے ہوگا، امام ابن وردی فرماتے ہین

"مختصر فی اخبار البشر ان کتابون مین ہے جنکے مثل کتابین نہین پیدا ہوتین، اور آدمی کو کبھی اس سے ناواقف

نہ رہنا چاہیے، کیونکہ مصنف نے اسکو ان کتابون سے ملخص کیا ہی جو بادشاہون کے سوا دوسرون کو میسر نہین آسکتین

کتاب کے پڑھنے سے مصنف کے زور تحریر، سلاست بیان، اور ملکہ تاریخ نویسی کا بخوبی پتہ چلتا ہے

جس زمانہ تک اس نے دوسری تاریخون سے صرف اختصار کیا ہے وہانتک نہایت بہتر اختصار ہے اور کوئی

ضروری باتین فراموش نہین ہوئی ہین، اور جہان سے خود چشم دید واقعات لکھے ہین وہان سے ایک

عجیب عالم پیدا ہوگیا ہے، امرخرفات کو چھوڑکر نہایت مفید باتین لکھتا ہے جس سے اس عہد کے تمدنی اخلاقی

معاشرتی، علمی اور سیاسی حالات دفعتہً نظر کے سامنے آجاتے ہین، اور اسکی کتاب حقیقی معنی مین ایک تاریخی

تصنیف کہلانیکی مستحق ہوجاتی ہے، مثلاً وہ جب مصر کا سفر کرتا ہے اور خلعت یا دوسرے کپڑے ملتے ہین تو

کپڑون کی شکل وصورت کے ساتھ یہ بھی تصریح کرتا ہے کہ وہ اسکندریہ کے بنے تھے یا کسی اور کارخانہ کے

تیار شدہ تھے[1]، کسی غزوہ مین جاتا ہی تو راستہ کی منزلین، سڑک، پل، رعایا کی حالت، انکی زبان، فوجون

کی ترتیب، حملہ کی سمتین، اور اس طرح کی تمام ضروری باتون کو ایسے انداز سے بیان کرتا ہے کہ واقعات کی تصویر

آنکھون مین پھر جاتی ہے، مثال کے طور پر ہم ملطیہ کا بیان پر تذکرہ کرنا چاہتے ہین، ابوالفدا لکھتا ہے[2]

"ہم حلب سے عین تاب کی طرف چلے، پھر نہر مرزبان، پھر عبان، پھر نہر ازرق پر پہنچے اور

اسکے رومی پل کو جو تراشے ہوے پتھرون سے بنا تھا عبور کیا، یہ پل اتنا بڑا تھا کہ مین نے ویسا کبھی

نہین دیکھا، اور قلعہ منصور کو ہمنے داہنے ہاتھ چھوڑا اور یہ ہمسے شمال کی جانب تھا، اور ذیل الجبل پہنچکر

وہان کی ایک سرائے کے قریب جسکا نام خان قمرالدین تھا، ٹھہرے، اور دربند کو ہمنے عبور کیا، اس

دربند کا نام وہان کے لوگون کی زبان مین بند طیحی دراہے، دربند چونکہ بہت تنگ مقام تھا اسلیئے

لشکر دو دن اور دو رات مین اس سے گذر سکا، پھر ہم زبطرہ چلے اور یہ چھوٹا سا ویران شہر ہے، پھر

پنجشنبہ کی صبح ۲۲ محرم موافق ۲۰ نیسان (رومی مہینہ) کو ملطیہ اُترے اور اسکا ہمین دیسیار سے محاصرہ

کیا، اُسیوقت وہان کا حاکم (جسکا نام جمال الدین خضر تھا اور جو بعض امرائے روم کے خاندان سے تھا،

اور اسکے باپ دادا بھی ملطیہ کے حاکم رہ چکے تھے، اور یہ خضر مزامیر کے لقب سے مشہور تھا، جسکے معنی

وہان کے نصاریٰ کی زبان مین امیر کبیر کے ہین) ملطیہ کے اس پھاٹک سے جو قبلہ رخ ہے، قاضی شہر

اور عمائدین کے ساتھ نکلا اور ہمسے امان چاہی"

ابوالفدا نے اس کتاب مین چشم دید واقعات کے علاوہ بعض روایتین بھی کی ہین، لیکن وہ بہت کم

اور نہایت مستند ہین، مثلاً علامہ جمال الدین محمد بن سالم شافعی سے بادشاہ صقلیہ (سسلی) اور وہان کے

شہرون کے حالات نقل کئے ہین[1]، علامہ موصوف ان ممالک مین سنہ ۶۵۹ھ مین ظاہر بیبرس کے سفیر بنکر گئے تھے

ہم اوپر بیان کرچکے ہین کہ ابوالفدا نے اس کتاب مین سنہ ۷۲۱ھ تک کے واقعات لکھے ہین اسکے

بعد سے جو واقعات ملتے ہین وہ امام زین الدین عمر بن مظفر شافعی المعروف بہ ابن الوردی کے ہین، انھون نے

سنہ ۷۲۹ھ تک اسمین واقعات کا اضافہ کیا تھا، انکے بعد قاضی ابوالولید محمد بن شحنہ حنفی المتوفی سنہ ۸۱۵ھ نے

اضافہ کیا، اور سنہ ۸۰۶ھ تک واقعات لکھے،

(باقی)

---

[1] صفحہ ۹۳ و ۹۸، [2] صفحہ ۷۰،

[1] صفحہ ۳۸،

مسائل و فتاوی

مجوب الارث

(۲)

از جناب مولوی حافظ محمد اسلم صاحب جیراجپوری

شبہہ چہارم

صحیح بخاری کتاب الفرائض مین ہے، ولا یرث ولد الابن مع الابن

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیٹے کی موجودگی مین پوتا وراثت نہین پاتا،

جواب

اس جملہ کے معنی تو یہ ہوے کہ "بیٹے کی اولاد خود اس بیٹے کی موجودگی مین وراثت نہین پاتی - اسلئے کہ

اس جملہ مین دونون جگہ لفظ ابن پر الف لام تعریف کا ہے، اور اصول فقہ مین یہ قاعدہ مقرر ہے کہ ایسی صورت

مین دونون سے مراد ایک ہی ذات ہوتی ہے، چنانچہ نور الانوار مین ہے،

المعرفۃ اذا اعیدت کانت الاولی عین الثانیۃ، معرفہ جب دوبارہ لایا جائیگا تو پہلا بعینہ دوسرا ہوگا

چنانچہ اسی بنیاد پر اسمین لکھا ہے کہ اس آیت مین

فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا، یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی ہے یقیناً دشواری کے ساتھ آسانی

عسر ایک اور یسیر دو سمجھے گئے ہین، اور سند مین شاعر کا یہ شعر پیش کیا ہے،

اذا اشتدت بک البلوی ففکر فی الم نشرح فعسر بین یسرین اذا فکرتہ فافرح

جب تجھپر بلاؤن کی شدت ہو تو الم نشرح کی سورۃ مین غور کرو کیونکہ ایک دشواری دو آسانیون کے درمیان ہے یہ سمجھکر خوش ہو

اصول فقہ کی رو سے اسکے معنی یہی ہوے کہ بیٹے کی موجودگی مین خود اسکی اولاد محروم رہتی ہے یہ نہین کہ

کسی بیٹے کی موجودگی مین بھتیجون کی اولاد حصہ نپاے اسلئے یہ ہمارے مدعا کے مخالف نہین ہے بلکہ مطابق ہے،

علاوہ برین یہ حدیث نبوی نہین ہے صرف حضرت زید بن ثابت کا قول ہے، اور تفسیر اور حدیث کی

کتابون کے مطالعہ سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم وراثت کے مسائل مین اکثر رائے رکھتے تھے،

اور ان مین باہم ایک دوسرے سے اختلاف ہوجاتا تھا، چنانچہ کئی مسئلون مین حضرت عبد اللہ بن عباس اور

حضرت زید بن ثابت مین اختلاف واقع ہوا ہے، اور ایک نے دوسرے کی رائے کو نہین تسلیم کیا، فتح الباری مین

جد کے متعلق ایک قول نقل کیا ہے کہ حضرت عمر نے اسکی وراثت کے بارے مین اپنے زمانے مین ستر فیصلے کئے اور

سب ایک دوسرے سے مختلف تھے،

شبہہ پنجم

امام بخاری نے یہی باب باندھا ہے کہ بیٹے کی موجودگی مین بیٹے کی اولاد وراثت نہین پاتی،

جواب

بیشک، لیکن جو دلیل وہ اسکے اوپر لائے ہین وہ ایک تو یہی حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا قول ہے جسکے متعلق

تفصیل کے ساتھ ہم لکھ چکے ہین، دوسری "اولی رجل ذکر" والی حدیث ہے، جسکے بارہ مین ہمنے ثابت کردیا ہے کہ

وہ صرف کسی جزئی مسئلہ کا حکم ہے، قانون کلی نہین ہوسکتی،

شبہہ ششم

جب بڑے بڑے علماء و فقہاے امت نے جنکی بزرگی اور علمی عظمت کو تم خود تسلیم کرتے ہو، اپنی کتابون مین

تصریح کے ساتھ لکھدیا ہے کہ بیٹے کی موجودگی مین یتیم اولاد محجوب ہوتی ہے تو پھر تم اس مسئلہ کو کیون تسلیم نہین کرتے۔[1]

جواب

ان تصریحات سے مین بھی واقف ہون، لیکن فقہی مسائل مین ہمکو ہر ایک فقیہ سے خواہ وہ کتنا ہی معظم و

محترم کیون نہو اختلاف کرنیکا حق حاصل ہے، اور خاصکر اس مسئلہ مین جسکی عدم صحت کے قوی دلائل ہمارے پاس

[1] یہ بات میرے جواب مین مدرسہ دیوبند کے مفتی صاحب نے لکھی ہے،

موجود ہون، ایسے تنازع کی صورت مین قرآن شریف یہ حکم دیتا ہے،

فان تنازعتم فی شیئ فردوہ الی اللہ والرسول ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر

جو تم کسی بات مین آپس مین جھگڑ پڑو تو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر اللہ پر اور قیامت پر ایمان رکھتے ہو

اسلئے تاوقتیکہ قرآن شریف کی کسی آیت سے اس مسئلہ کا ثبوت نہ دیا جاے، یا کوئی حدیث صحیح یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کا کوئی فیصلہ پیش نہ کیا جاے اسوقت تک ہم کیونکر ایسا مسئلہ تسلیم کرلین جو اسلامی شفقت اور انسانی فطرت کے بھی خلاف معلوم ہوتا ہے، اور جسکے مان لینے سے دشمنان اسلام کو اسلام کے قانون پر اعتراض کرنیکا موقع ملتا ہے، علماے امت نبی تو نہین ہین کہ معصوم ہون، چنانچہ خود ان مین باہم بیشمار اختلافات ہین قطعی حجت صرف کلام اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہی ہے اور بس، قرآن اور حدیث دونون متوفی بیٹے کی اولاد کو قطعاً محروم نہین کرتے، فقہ مین اقرب کا صحیح مفہوم متعین نہین کیا گیا، جسکی وجہ سے یہ نتیجہ برآمد ہوا کہ یتیم اولاد محجوب قرار پاگئی، حالانکہ خود فقہا کے یہان اسکے خلاف مثالین موجود ہین، مثلاً بیٹی کے ساتھ پوتی کو بھی وہ حصہ دلاتے ہین، پوتی، پروتی، سکروتی سب کو ایک درجہ مین رکھکر برابر ترکہ دیتے ہین، لیکن یتیم اولاد کے بارے مین آگر یک قلم حجب حرمان کا فرمان صادر کردیتے ہین،

باکہ این نکتہ توان گفت کہ آن شیرین لب ... کشت مارا و دم عیسے مریم با اوست

یتیم اولاد کو خاندان مشترکہ سے خارج کردینا، اور انکو ہمیشہ کے لئے انکے آبا و اجداد کی جائداد و ملکیت سے محروم کردینا ایک ایسا خلاف فطرت قانون ہے کہ تعجب ہوتا ہے کہ کیونکر انصاف پسند عقلا اسکو جائز رکھتے ہین کوئی شخص ٹھنڈے دل سے سوچکر انصاف سے کہے کہ خدانخواستہ اگر وہ خود یا اسکی اولاد اس قانون کے رو سے محجوب ہو تو کیا وہ اسکو پسند کریگا؟، لہذا ہرچہ بر خود نہ پسندی بر دیگران مپسند،

قرآن شریف مین ہے،

ولیخش الذین لو ترکوا من خلفہم ذریۃ ضعافا خافوا علیہم فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا،

اور ان لوگون کو ڈرنا چاہیئے جو اگر اپنے بعد ناتوان اولاد چھوڑ جاتے تو ان پر ترس کھاتے اسلئے انکو چاہیئے کہ وہ اللہ سے ڈرین اور ٹھیک بات کہین،

پوتون کو اللہ تعالے نے اپنی نعمت قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے،

واللہ جعل لکم من انفسکم ازواجا وجعل لکم من ازواجکم بنین وحفدۃ ورزقکم من الطیبات افبالباطل یؤمنون وبنعمت اللہ ہم یکفرون

اور اللہ نے تمہین مین سے تمہاری بیویون کو پیدا کیا اور تمہاری بیویون سے تمہارے لئے بیٹے اور پوتے پیدا کئے، اور پاک چیزون سے تمکو روزی عطا فرمائی۔ کیا پھر بھی لوگ جھوٹے معبودون پر ایمان لاتے ہین اور اللہ کی نعمت کی ناشکری کرتے ہین،

کیا نعمت الٰہی کی قدر و حرمت یہی ہے کہ وہ خاندان سے خارج اور اپنے باپ دادا کی کمائی اور محنت کے ثمرہ سے محروم کردیجاے اور دربدر ٹھوکرین کھاتی پھرے،

یتیم اولاد کے محجوب کرنے مین صرف یہی خرابی نہین ہے کہ وہ اسلامی شفقت اور انسانی فطرت کے خلاف ہے بلکہ معاشرت مین اس سے خرابیان واقع ہوسکتی ہین، ایک خرابی تو یہ ہے کہ محجوب اولاد کے دلون مین محرومی کی وجہ سے رنجش پڑجاتی ہے، کیونکہ ہر شخص فرشتہ تو نہین ہے کہ مادی جذبات سے بالاتر ہو، انسان کی فطرت اس قسم کی واقع ہوئی ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ میرے ہی بزرگون کی کمائی سے جنکا خون میری رگون مین گردش کررہا ہے، میرے چچازاد بھائی تو عیش و عشرت کررہے ہین اور مین بلاکسی قصور کے اس سے بالکل محروم ہون تو اسکو صبر نہین آتا، ؎

سخن درست بگویم نمے توانم دید ... کہ مے خورند حریفان و من نظارہ کنم

اس رنجش کی بدولت خاندان مین ایک دائمی عداوت کی بنیاد قائم ہوجاتی ہے، جسکی وجہ سے دینی اور دنیاوی برکتین مفقود ہوجاتی ہین، اور ترقی مین رکاوٹ پڑجاتی ہے بلکہ بعض حالتون مین یہ عداوت خاندان پر تباہی اور بربادی لاتی ہے

دوسری خرابی یہ ہے کہ جب لائق بیٹون کو جو باپ کے خدمتگذار رہین، اور اسکی ملکیت کے انتظام و ترقی مین

دن رات محنت اور کوشش کرتے ہین، یہ یقین ہوجائیگا کہ اگر اتفاقاً وہ اپنے باپ سے پہلے مرگئے، تو انکی اولاد محروم
ہوجائیگی تو وہ باپ کی خدمت اور اسکے کاروبار سے پہلوتہی کرنے لگین گے، اور اپنی کمائی اور کوشش سے ایک
جداگانہ ملکیت پیدا کرنیکی فکر مین پڑجائین گے، کہ اگر احیاناً ایسا حادثہ پیش آجاے تو انکی اولاد کے پاس کچھ سرمایہ
رہے اور وہ بالکل ہی دست نگر اور محتاج نہ رہجائے، اسلئے کہ یہ امر فطرتی ہے کہ انسان کو اپنے مان باپ سے زیادہ اپنی اولاد سے
محبت ہوتی ہے،

تو ایسی حالت مین جبکہ بیٹے اس خیال مین پڑجائین گے نہ باپ کی جائداد اور ملکیت کا انتظام درست
ہوگا نہ اسمین ترقی ہوسکیگی، علاوہ برین باپ کو اپنے بڑہاپے کے زمانہ مین بھی جو توبہ اور عبادت کا وقت ہے
اپنے دنیاوی کاروبار سے سبکدوشی حاصل نہ ہوسکیگی، اور اولاد سے وہ جائز آسائش اسکو نہ مل سکیگی جسکی عہد پیری
مین انسے توقع کیجاتی ہے، اور نہ اولاد ہی اسکی خدمت کرکے سعادتمندی حاصل کرنیکے قابل ہوگی،

تیسری خرابی ایک مثال سے سمجھ مین آسکتی ہے، فرض کیجئے کہ ایک دولتمند کے دو بیٹے ہین جنین سے
ایک بیٹے کے چار بیٹے، ایک کا صرف ایک ہی بیٹا ہے، اب اگر چار بیٹون کا باپ خود اپنے باپ کی زندگی مین
مرجاے تو اسکے چارون بیٹے محجوب الارث کے قانون کے رو سے سمجھ لین گے کہ جو کچھ خاندانی ملکیت ہے وہ دادا کے
مرنے پر چچا کو اور پھر اس سے منتقل ہوکر چچازاد بھائی کو ملیگی، ہم چارون بھائی تو ہمیشہ کے لئے اس سے محروم
ان چارون مین سے اگر کوئی محرومی کے خیال سے غیظ و غضب مین آکر اپنے بھائیون کی خاطر بلا انکے مشورہ
اپنی جان کو خطرہ مین ڈالکر دادا کی زندگی ہی مین چچا کو کسی حیلہ سے مار ڈالے تو بالکل قرین قیاس ہے اسلئے کہ
آئے دن مال و دولت کے پیچھے دنیا مین خونریزیان ہوتی رہتی ہین، بہت ہوگا تو یہ ہوگا کہ بشرط ثبوت اسکو
سزا ملجائیگی، لیکن اسکے بقیہ تین بھائی جو پہلے بالکل محروم تھے، اب دادا کے ترکہ مین سے تین ثلث کے حصہ دار
ہونگے، اور اپنے چچازاد بھائی سے جو پہلے اپنے باپ کے ذریعہ سے سارے ترکہ کا وارث ہوتا تگنا حصہ

لہ فقہاء کا ایک گروہ کسیکہ ایک قسم کے ورثہ مین ترکہ کو علی الرؤس تقسیم کرتے ہین، مثلاً زید اگر اپنے چار پوتے چھوڑکر مرجائے جنمین

اس غریب کا باپ بھی مارا گیا، اور حصہ بھی صرف ایک چوتھائی رہ گیا، اور قاتل کے بھائی جو محجوب تھے اس سے
تگنے کے حقدار ہوگئے، اسلئے یہ محجوب الارث کا مسئلہ بعض صورتون مین قتل اور قطع رحم کا بھی محرک ہوسکتا ہے،

الغرض مسئلہ محجوب الارث مین ظاہری اور باطنی ہر قسم کی خرابی ہے، اور یہ انسانی فطرت کے خلاف ہے،
اسی وجہ سے اہل اسلام اس مسئلہ کو اگرچہ مانتے چلے آتے ہین لیکن انکی طبیعتین اس سے مانوس نہین ہین اور
عام طور پر انکے دلون مین یہ کانٹے کی کھٹک سا ہے، امید ہے کہ فقہاے اسلام ان تمام امور کو پیش نظر رکھکر
اس مسئلہ پر غور فرمائین گے اور نہایت کمزور دلائل کی بنیاد پر یتیم اولاد کو خاندانی حقوق سے بلا قصور محروم
کرکے اسلام کے مقدس دامن پر یتیمون کے خون کے دھبے نہ ڈالین گے،

ہم سے غلطی ہونی ممکن ہے لیکن اسلام دین الٰہی ہے وہ ہر قسم کی غلطیون سے مبرا اور پاک ہے۔ س

گر من آلودہ دامنم چہ عجب
ہمہ عالم گواہ عصمت اوست

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۵) تین ایک بیٹے کے ہون اور ایک ایک بیٹے کا تو وہ چارون برابر کے حصہ دار ہونگے، یہ طرز
تقسیم ایسا ہے کہ نہ اس پر قرآن شاہد ہے اور نہ حدیث،

ادبیات

درسِ مساوات

نازشِ دودۂ عباسیہ ہارون رشید
اک دفعہ شہرِ مدینہ کا کیا اس نے سفر

ساتھ شہزادۂ مامون و امین دونون تھے
ایک تھا لختِ جگر، دوسرا تھا نورِ بصر

اس زمانہ مین مدینہ کا تھا گوشہ گوشہ
چشمۂ نورِ ہدےٰ، منبعِ قرآن و اثر

مجلسِ خاص مگر مسجدِ نبوی مین تھی
مسندِ مالکِ ابنِ انسِ پاک گہر (حدیث)

یہ وہ تھی بزم جہان قال رسولؐ کے سوا
نہ کوئی اور صدا تھی، نہ کوئی اور خبر

نغمہ سنجانِ ازل دور سے بان مہر بلب
قدسیانِ حرمِ پاک یہان گوش بدر

ہر طرف زمزمۂ حدثنا اخبرنا
ہر طرف شورفگن صلّی علیٰ خیر بشر

ایک نقطہ پہ یہان جمع تھا سارا عالم
ہند و چین و شام و عرب، مغرب و مصر و بر و بر

آرزو تھی یہ خلیفہ کو مدینہ آ کر
جائین محروم نہ اس در سے مرے لختِ جگر

پہنچا یہ حکم خلافت سے کہ "اے ابن انس
مجمعِ عام مین جاسکتے نہین میرے پسر

اسلئے آج یہ بہتر ہے کہ املاے حدیث
آپ دین خاص انہین ایوانِ شہی مین آکر"

سن کے فرمانِ خلافت کو یہ ارشاد ہوا
"اے خلیفہ! تری تعمیل ضروری ہے مگر

ہے یہ علمِ نبوی تیرے ہی گھر کی دولت
خواہ حرمت اسے دے خواہ اہانت اسکی کر"

سن کے ہارون نے دربارِ امامت کا ادب
بھیجا پیغام کہ خیر آپ نہ آئین گے اگر

خود یہ شہزادے وہان درس مین حاضر ہونگے
لیکن اوروں کا نہ ہو بزم مین اسوقت گذر"

مالکِ ابنِ انس نے اُسے کہلا بھیجا
"میرے کاشانہ مین ممکن نہین تمیزِ بشر

درگہِ خاص نہین، درسگہِ عام ہے یہ
ہے مساواتِ بشر یعنی اسلام یہ ہے"

"نعزی"

یادِ حسرت

از سجاد انصاری بی - اے، ایل ایل بی

اے وہ کہ جو کر چکا ہے برسون
زندانِ ستم کی میہمانی

صدقِ بیباک کا فسانہ
ایثارِ خموش کی کہانی

آئینۂ بے خودی کا جوہر
موجِ اخلاص کی روانی

ہستی شکنِ طلسمِ باطل
اک نغمۂ سازِ آسمانی

حسنِ تخئیل کا سراپا
ہنگامۂ رنگِ بوستانی

افسانہ نگارِ ہستیِ دل
آرائشِ عالمِ معانی

"اک محشرِ اضطرابِ خاموش"
اللہ رے تیری بے زبانی

ملت کو سکھا دیا ہے تو نے
آئینِ خلوصِ پاستانی

تیری کوشش کی ہر خزان ہے
اک نازِ بہارِ جاودانی

تیری ناکامیابین مین پنہان
نیرنگِ بہشت کامرانی

تیرے آنسو کا ایک قطرہ
سرمایۂ دامنِ کیانی

کب تک تجھسے رہیگی آخر
آشفتہ سرون کو بدگمانی

کب تک کرتے رہین گے یہ سب
ناموسِ جفا کی پاسبانی

آتش زنِ خرمن ستم ہے — تیری خاموش نوحہ خوانی

"فریاد کی کوئی لے نہین ہے

نالہ پابندِ نے نہین ہے"

عرضِ نیاز

مولانا نیاز فتحپوری ندوی

تو ئی واعظا و ہوشے وکنارِ لبِ کوثرے — من ولغزشے وسیلِ مُم بچشم می فروشے

نظرِ ستم پرستم، چہ شود خبر ندارم — زنگاہِ کیف پرور اگرم دہی تو نوشے

چہ زبیدگے یہ عہدِ نگہِ فسون طرازت — کہ چکد ہزار بابل زنگاہِ سحر کوشے

چو شدست حق پسندے بہمین مقال واعظ — نہ دہی مرا خدایا سرِ گوشِ حق نیوشے

نہ نیاز نہم ربودے دل پُر سکون چہ دیدی

سحر بیاضِ گردن، قمر برہنہ دوشے

سوزبیان

مولوی شائق احمد عثمانی مولّف تفسیر القرآن

اے سوختہ سامانِ دل گھر بھر کو نہ لیکر جل — بھاتی ہی تجھے سوزش پہلو سے جدا ہو جا

فریاد نہ کر بلبل، صیاد نہ چھوڑیگا — ہی یہ قفسِ چوبین، خود توڑ رہا ہو جا

تنگ راہ نہ اُٹھ اُٹھ کر عیار کا وعدہ کیا — خود اپنا مسیحا بن، اے درد دوا ہو جا

ممنون اثر ہوکر یہ کھو نہ دے خودداری — ای آہ نکل دل سے ہمراہِ دعا ہو جا

مطبوعاتِ جدیدہ

خلافت محمدیہ، خلافت کا مسئلہ اسلام کے دو عظیم الشان فرقون مین ایک مدت سے معرکہ آرا ہے، فریقین نے زور استدلال، اور قوت برہان کے اچھے اچھے تماشے دکھاے، لیکن افسوس ہے کہ سنجیدگی، متانت اور تہذیب کے ساتھ ہماری زبان مین کم کتابین لکھی گئیں، عموماً ایسا طرز تحریر اختیار کیا گیا جو سمجھنے کی قوت کو تیز کرنیکے بجاے سلب کرلیتا ہے، جناب مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مخالف فرقون کی تردید و مناظرہ مین جو سچی شہرت حاصل کی ہو وہ محتاج بیان نہین، مولاناے موصوف نے خلافت محمدیہ کے نام سے اہل السنۃ اور شیعہ فرقون کے مابین نقطۂ اختلاف یعنی مسئلہ خلافت کا صرف قرآن مجید اور متفق علیہ اصول سے فیصلہ لکھا ہی، فیصلۂ مذکور نہایت صلح جویانہ اور متین پیرایۂ بیان مین سنایا گیا ہے، دلائل کی نوعیت تقریباً اسی قسم کی ہے جو جاحظ نے اپنے رسالۂ سنت مین اختیار کی ہی، قیمت ۴ر، ۸۴ صفحہ، پتہ: دفتر اہل حدیث امرتسر،

تہذیب القواعد، اردو صرف و نحو کی یہ نئی کتاب قاضی عبدالرحمٰن صاحب حیرت مدرس فارسی مسلم جارج اسکول اعظم گڈھ نے تالیف کی ہے، قاضی صاحب نے اسکا خاص لحاظ کیا ہی کہ قواعد مختصر ہون اور مثالین اساتذۂ حال کے کلام سے ہون، عموماً اردو قواعد کی کتابون مین عاشقانہ غزلون کے اشعار درج کئے جاتے ہین، مولف نے مولانا حالی، مولوی نذیر احمد اور علامہ شبلی وغیرہ کے قومی و اخلاقی اشعار سے استناد کیا ہے، آخر مین انگریزی اور اُردو صرف و نحو کے مصطلحات کا فرہنگ دیدیا ہے، انگریزی اسکولون کے طلبہ کیلئے خاص طور پر یہ کتاب مفید ہوگی، قیمت ۶ر، مصنف کے پتہ سے طلب کیجئے،

انقلاب یورپ، فرانس کے مشہور افسانہ نویس مارس لیبلانک کے افسانہ ۱۸۱۳ کے انگریزی اڈیشن کا اُردو ترجمہ، اس افسانہ مین جرمنی و فرانس کے سیاست مختلفہ کے راز کی دریافت اور سراغرسانی کے عجائبات کا نقشہ دکھایا گیا ہے، افسانہ کی دلکشی اور خوبی مین کلام نہین، ترجمہ کی زبان بھی بُری نہین لیکن

کاش یورپین افسانون کے تراجم سے اہل ہند صرف نمونہ کا کام لیتے، اور خود اپنی ملکی وقومی ضروریات کے مطابق اسکو ڈھال سکتے، ورنہ محض نقالی اور دوسرے قومون کے اخلاق وجذبات کا نقطۂ آفریح طبع کیلئے تماشا دیکھنا، تضیع اوقات کے مرادف ہے، صفحہ ۲۰۹، طبع وکاغذ معمولی، قیمت عہ، پتہ: لال برادرس پبلشرز ۷ پارسنز روڈ نولکھا، لاہور،

صبح زندگی، جناب مولوی راشد الخیری صاحب دہلوی نے فسانہ نویسی مین جو شہرت عام حاصل کی ہے وہ شائقین ادب سے مخفی نہین، گو انکے قدر شناس انکو مولانا نذیر احمد مرحوم کے طرز تحریر کا مقلد کہتے ہین لیکن میرے نزدیک وہ سرے سے مقلد نہین بلکہ اس تقلید مین بھی ایجاد کی شان پیدا کی ہے، انھون نے مولانا نذیر احمد مرحوم کے اسٹائل کے ساتھ جو عموماً روزانہ زندگی کی واقعہ نگاری پر مشتمل ہوتی تھی، تخیل آفرینی، اور تصویر کشی کا بھی اضافہ کر دیا ہے،

صبح زندگی مولوی نذیر احمد مرحوم کی مراۃ العروس اور بنات النعش کے خاکہ پر لکھی گئی ہے، یعنی قصہ کے ذریعہ سے اسباق علمی وعملی کی تعلیم، ساتھ ہی ساتھ قلم کا تخیل ایک جگہ ٹھہرنے نہین دیتا، نسیمہ جسکو اس افسانہ کی ہیروئن کہنا چاہیئے اسکے زمانہ طفلی کے اخلاقی وتعلیمی حالات بیچ بیچ مین آتے جاتے ہین، زبان گو زنانہ لہجہ کا لوچ، اور ٹھیٹ زبان کا لطف نہایت خوب ہے،

شام زندگی، صبح زندگی کا تتمہ ہے، نسیمہ کی شادی سے موت تک کے واقعات اس حصہ مین ہین لیکن بھی وہی قلم اور وہی زبان ہے، واقعات کے اثنا رمین اخلاقی تعلیمات ہین، موت کا فلسفہ براہین لکھا، ازدواجی مثالی کی بحث بھی خاصی ہے، جابجا تقریرون اور خطون کے حکیمانہ تلخ گھونٹ کو تاثیر اور عبارت کی شیرینی گوارا بناتی چلی گئی ہے، دونون حصے متوسط کاغذ پر عمدگی سے چھاپے گئے ہین، پہلے کی ضخامت ۲۰۷ صفحہ، قیمت عہ دوسرے کی ۲۱۴ صفحہ، قیمت عہ،

پتہ: درویش پریس دہلی،

مجلد سوم	ماہ ذی الحجہ سنہ ۱۳۳۶ مطابق ستمبر سنہ ۱۹۱۸ء	عدد سوم

مضامین

سیرۃ نبوی مجلد اول

قسم اول	مجلد عہ	غیر مجلد عہ
قسم دوم	عہ	(۸) ؎
قسم سوم	(۶) ؎	(۵) ؎